۴

مجلس خدام الاحمدیہ اور لجنہ اماء اللہ قائم کرنے کی غرض و غایت

(فرمودہ ۳؍فروری ۱۹۳۹ء)

تشہّد ،تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

''مَیں نے پہلے بھی متواتر جماعت کو توجہ دلائی ہے کہ قوموں کی کامیابی کے لئے کسی ایک نسل کی درستی کافی نہیں ہوتی۔ جو پروگرام بہت لمبے ہوتے ہیں وہ اُسی وقت کامیاب ہو سکتے ہیں جبکہ متواتر کئی نسلیں ان کو پورا کرنے میں لگی رہیں۔ جتنا وقت ان کو پورا کرنے کے لئے ضروری ہوا گر اُتنا وقت ان کو پورا کرنے کے لئے نہ دیا جائے تو ظاہر ہے کہ وہ کسی صورت میں مکمل نہ ہو سکتے اور اگر وہ مکمل نہ ہوں تو اس کے معنے یہ ہوں گے کہ پہلوں نے اِس پروگرام کی تکمیل کے لئے جو محنتیں ،کوششیں اور قُربانیاں کی ہیں وہ بھی سب رائیگاں گئیں۔ مثلاً ایک جھونپڑا ہے اُس کے بنانے کے لئے مہینہ کا وقت درکار ہے۔اب اگر کوئی شخص پندرہ دن کام کر کے اُسے چھوڑ دیتا ہے تو یہ لازمی بات ہے کہ وہ جھونپڑا نامکمل رہے گا اور رفتہ رفتہ بالکل خراب ہو جائے گا۔ اِسی طرح اگر ایک مکان ہے جس کی تعمیر کے لئے تین مہینوں کی ضرورت ہے۔ اگر اس پر کوئی شخص مہینہ ڈیڑھ مہینہ خرچ کر کے چھوڑ دیتا ہے تو وہ بھی کبھی مکمل نہیں ہو سکتا اور گو پہلے آدمی سے اس نے زیادہ وقت صرف کیا ہوگا۔مگر جس کام کے لئے وہ کھڑا ہوا تھا وہ چونکہ

تین مہینے کا تھا اِس لئے باوجود ڈیڑھ مہینہ خرچ کرنے کے وہ ناکام رہے گا۔ اِس کے مقابلہ میں اگر ایک بہت بڑا محل ہے جو دو تین سال میں تیار ہوسکتا ہے تو اس پر اگر کوئی شخص سال بھی خرچ کر دیتا ہے تو نتیجہ اچھا نہیں نکل سکتا۔ وہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ پہلے کا جب مہینہ میں کام ختم ہوسکتا تھا اور دوسرے کا تین مہینہ میں تو مَیں سال بھر کام کر کے بھی اپنے کام کو کیوں ختم نہیں کر سکتا۔ اِس لئے کہ جو کام اِس نے شروع کیا تھا وہ تین سال کی مدّت چاہتا تھا۔ اگر یہ سال یا دو سال لگاتا بھی ہے اور پھر کام کو چھوڑ دیتا ہے تو اِس کے معنی یہ ہیں کہ اِس نے اپنے دو سال ضائع کر دیئے۔ پھر بعض کام ایسے ہوتے ہیں جو تکمیل کے لئے پندرہ بیس بلکہ تیس سال چاہتے ہیں۔ اگر بیس تیس سال میں تکمیل کو پہنچنے والا کام کوئی شخص پندرہ سال کرتا اور پھر اسے چھوڑ دیتا ہے تو وہ کام یقیناً خراب ہو جائے گا کیونکہ اِس کام کے لئے بیس یا تیس سال کی ضرورت تھی۔ اِسی طرح بعض کام ایسے ہوتے ہیں جو سینکڑوں سال چاہتے ہیں۔ اگر ان سینکڑوں سال چاہنے والے کاموں کو کوئی شخص پچاس، ساٹھ یا سَو سال کر کے چھوڑ دے تو لازماً وہ خراب ہو جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ نکتہ سکھانے کے لئے اور یہ بتانے کے لئے کہ بعض چیزوں کی تکمیل وقت کے ساتھ مقیّد ہوتی ہے اپنے کاموں کے لئے بھی مختلف اوقات مقرر کر دیئے ہیں۔ بعض نادان اعتراض کیا کرتے ہیں کہ جب خدا **کُنْ فَيَكُوْنُ** [1] کہنے والا ہے تو اِس کے لئے یہ کیا مُشکل ہے کہ وہ ایک سیکنڈ میں تمام کام کرے۔ یہ درست ہے کہ خدا اگر چاہے تو ایک سیکنڈ میں ہی تمام کام کرے لیکن اگر خدا ایک سیکنڈ میں تمام کام کر دیتا تو انسان میں استقلال کا مادہ پیدا نہ ہوتا اور اِس کے سامنے کوئی ایسی مثال نہ ہوتی جس سے وہ سمجھ سکتا کہ استقلال کیا چیز ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کو دیکھو کوئی کام ایسا ہے جو وہ بیس اکیس دن میں کرتا ہے۔ مثلاً مُرغی کے بچے پیدا کرنے کے لئے تین ہفتے کافی ہوتے ہیں۔ پھر کچھ کام ایسے ہوتے ہیں جن کو وہ چھ مہینے میں کرتا ہے۔ جیسے بکری کا بچہ ہے اِس کے پیدا کرنے میں اللہ تعالیٰ چھ مہینے لگا دیتا ہے۔ پھر کچھ کام ایسے ہیں جن کو وہ نو مہینے میں کرتا ہے۔ جیسے انسان کا بچہ ہے اِس کام کو وہ نو مہینے میں کرتا ہے۔ پھر کچھ کام ایسے ہوتے ہیں جو سال چاہتے ہیں۔ جیسے گھوڑی کا بچہ ہے کہ وہ سال میں پیدا ہوتا ہے۔

پھر کچھ کام ایسے ہوتے ہیں جو پانچ دس بلکہ بعض بیس سال میں مکمل ہوتے ہیں۔ جیسے پھلدار درخت ہیں کوئی اِن میں سے تین چار سال میں پھل دیتا ہے کوئی سات سال میں پھل دیتا ہے، کوئی دس سال میں پھل دیتا ہے، کوئی پندرہ سال میں پھل دیتا ہے۔ گویا یہ کام خدا تعالیٰ کئی سالوں میں جا کر کرتا ہے۔ اِسی طرح وہ اپنے اوقات کی لمبائی کو بڑھاتا چلا گیا ہے یہاں تک کہ بعض کام اللہ تعالیٰ لاکھوں سالوں میں کرتا ہے۔ جیسے پتھر کا کوئلہ ہے۔ پہلے عام طور پر لوگ پتھر کے کوئلہ سے واقف نہیں ہوتے تھے مگر اب تو دیہات میں بھی مشینیں لگ جانے کی وجہ سے گاؤں کے لوگ بھی پتھر کے کوئلہ سے واقف ہو گئے ہیں اور چونکہ پتھر کے کوئلہ کے استعمال میں خرچ کی کفایت ہوتی ہے اِس لئے کئی لوگ پتھر کا کوئلہ استعمال کرنے لگ گئے ہیں۔ اب یہ پتھر کا کوئلہ انہی درختوں سے بنا ہے جن کی لکڑیاں کاٹ کاٹ کر جلائی جاتی ہیں مگر یونہی نہیں بلکہ کئی لاکھ سال تک یہ درخت زمین میں دفن رہے اور کئی لاکھ سال تک زمین میں دفن رہنے کے بعد یہ درخت پتھر کے کوئلہ کی شکل میں بدل گئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے پتھر کا کوئلہ بنانے کے لئے کئی لاکھ سال لگا دیئے۔ اِس میں اللہ تعالیٰ نے درحقیقت یہی بتایا ہے کہ وقت کی لمبائی یا چھوٹائی بھی چیزوں کی خوبصورتی اور عُمدگی کے لئے ضروری ہے۔ طب ہی کو دیکھو بعض اعلیٰ ادویہ ایسی ہیں کہ ان کے اجزاء بالعموم وہی ہیں جو ہمیشہ استعمال میں آتے رہتے ہیں لیکن ان کو کچھ عرصہ تک دفن کرنے کی وجہ سے ان ادویہ کی حالت ہی بدل جاتی ہے۔ مثلاً برشعشا ایک دوائی ہے جو نزلہ کے لئے نہایت مفید ہے۔ اب اگر برشعشا کے اجزاء کو ملا کر فوری طور پر استعمال کر لیا جائے تو وہ کوئی نفع نہیں دیں گے۔ برشعشا کا پورا نفع انسان کو اِسی صورت میں حاصل ہو گا جبکہ اسے چالیس دن تک غلّہ میں دفن رکھا جائے۔ اب دوائیں وہی ہوں گی جو چالیس دن پہلے ہوں گی مگر جو نفع چالیس دن غلّہ میں دفن کرنے کے بعد حاصل ہو گا وہ پہلے حاصل نہیں ہو گا۔ ممکن ہے کوئی کہے کہ یہ کیا حماقت ہے۔ جب دوائیں وہی ہیں تو مزید چالیس دن غلّہ میں دبانے سے کیا فائدہ؟ سو اصل بات یہ ہے وقت اپنی ذات میں بعض چیزوں کا ضروری جزو ہے۔ جب تک دواؤں کے ساتھ وقت کو نہ ملایا جائے دوا اچھی نہیں بنے گی۔ پس صرف دوائیں نہیں بلکہ دوائیں مع وقت اِس کا جزو بنتی ہیں۔ پھر بعض دوائیں ایسی ہیں جنہیں چھ ماہ کے لئے دفن کرنا

پڑتا ہے اور اگر اُنہیں چھ ماہ بند کر کے نہ رکھا جائے تو کبھی فائدہ نہیں دیتیں۔ اِسی طرح بعض دوائیں سال سال اور بعض دو دو سال کے بعد کھانے کے قابل بنتی ہیں۔ وہی اجزا اگر اِسی وقت باہم ملا کر کھا لو تو ایسا فائدہ نہیں دیں گے لیکن اگر دو سال کے بعد کھاؤ تو تریاق بن جائیں گے۔ تو بعض دوائیں اکیلی فائدہ نہیں دیتیں بلکہ وقت بھی اُن کے ساتھ شامل کیا جاتا ہے اور ایسی ایک دو نہیں بلکہ ہزاروں اشیاء ہیں جن کا وقت خود ایک اہم جزو ہوتا ہے۔ کوئی نئی چیز ان میں داخل نہیں کی جاتی۔ صرف وقت ان کے ساتھ شامل کر لیا جاتا ہے اور وہ کچھ سے کچھ ہو جاتی ہیں اور جب وقت شامل نہیں ہوتا تو وہ مفید نہیں ہوتیں۔ یہی حال اللہ تعالیٰ کی تعلیمات کا ہے۔ اِس کی بعض تعلیمیں بھی تبھی پختہ ہوتی ہیں اور تبھی اِن کا قوام عُمدہ اور اعلیٰ ہوتا ہے جب متواتر کئی نسلیں ان کو اختیار کرتی چلی جائیں۔ جب مسلسل کئی نسلیں ان تعلیموں پر عمل کرتی چلی جاتی ہیں تب وہ ایک نئی شکل اختیار کر لیتی ہیں اور دُنیا کے لئے حیرت انگیز طور پر مفید بن جاتی ہیں۔ خصوصاً جو جماعت اور جو نظام جمالی رنگ میں ہو یعنی عیسوی سلسلہ کے اصول کے مطابق وہ ایک لمبے عرصہ کے بعد پختہ ہوتا ہے۔ بلکہ بعض دفعہ دو دو تین تین سَو سال کے بعد اِسے پختگی حاصل ہوتی ہے۔ گویا اِس کی مثال ان اعلیٰ درجہ کی معجونوں یا برشعشا کی قسم کی دواؤں کی سی ہوتی ہے جو ایک ایسے عرصہ کے بعد اپنی خوبی ظاہر کرتی ہیں۔

ہمارا سلسلہ بھی عیسوی سلسلہ ہے اور اِس کی خوبیاں بھی تبھی ظاہر ہو سکتی ہیں جب ایک لمبے عرصہ تک انتظار کیا جائے۔ جس طرح بعض دواؤں کو ایک لمبے عرصہ تک دفن رکھ کر انہیں مفید بننے کا موقع دیا جاتا ہے اور اگر یہ موقع نہ دیا جائے تو اِس کے معنے یہ ہوتے ہیں کہ ہم عمداً اِس دوائی کو خراب کرتے ہیں۔ اِسی طرح ضروری ہوتا ہے کہ جمالی تعلیموں کے نیک نتائج کا بھی لمبے عرصہ تک انتظار کیا جائے۔ مگر دواؤں میں سے تو کوئی دوائی زمین میں دفن کی جاتی ہے، کوئی جَو میں دفن کی جاتی ہے، کوئی گیہوں میں دفن کی جاتی ہے۔ مگر جمالی تعلیم ایک لمبے عرصہ تک اپنے دلوں میں دفن کی جاتی ہے۔ جب ایک لمبے عرصہ تک اِس تعلیم کو اپنے دلوں میں جگہ دی جائے تو یہ اعلیٰ درجہ کی معجون بن جاتی ہے۔ ایسی معجون جو تریاق ہوتی ہے اور جو مُردہ کو بھی زندہ کر دیتی ہے۔ پس قانونِ قدرت کا یہ نکتہ ہمیں بھُلا نہیں دینا چاہئے۔ نادانی کی وجہ سے بعض لوگ سمجھتے ہیں

کہ جب اجزاء وہی ہیں تو وقت کی کیا ضرورت ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے قانونِ قدرت میں ایسی کئی مثالیں رکھ دی ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ بعض چیزوں کے لئے وقت کی لمبائی بھی ایک جُزو ہوتی ہے۔ اِسی لئے میں نے جماعت میں مجلس خدام الاحمدیہ کی بُنیاد رکھی ہے۔ میری غرض اِس مجلس کے قیام سے یہ ہے کہ جو تعلیم ہمارے دلوں میں دفن ہے اُسے ہوا نہ لگ جائے بلکہ وہ اِسی طرح نسلاً بعد نسلٍ دلوں میں دفن ہوتی چلی جائے۔ آج وہ ہمارے دلوں میں دفن ہے تو کل وہ ہماری اولاد کے دلوں میں دفن ہو اور پرسوں اُن کی اولاد کے دلوں میں۔ یہاں تک کہ یہ تعلیم ہم سے وابستہ ہو جائے اور ہمارے دلوں کے ساتھ چمٹ جائے اور ایسی صورت اختیار کر لے جو دُنیا کے لئے مفید اور بابرکت ہو۔ اگر ایک یا دو نسلوں تک ہی یہ تعلیم محدود رہی تو کبھی ایسا پختہ رنگ نہ دے گی جس کی اِس سے توقع کی جاتی ہے۔ جلسہ سالانہ کے موقع پر مجالس خدام الاحمدیہ کا جو اجتماع ہؤا تھا اس میں مَیں نے خدام الاحمدیہ کو خصوصاً اور باقی جماعت کو عموماً اِس بات کی طرف توجہ دلائی تھی کہ اِس کام میں خدام الاحمدیہ کی مدد کی جائے۔ پھر جلسہ سالانہ کے موقع پر بھی مَیں نے دوستوں کو توجہ دلائی تھی کہ اِس جماعت کی مالی امداد کرنا یہ بھی ایک ثواب کا کام ہے۔ اور جن کو اللہ تعالیٰ نے توفیق دی ہوئی ہے اُن کا فرض ہے کہ وہ تھوڑی بہت جس قدر بھی مدد کر سکتے ہوں ضرور کریں تا کہ خدام الاحمدیہ عمدگی اور سہولت کے ساتھ اپنا کام کر سکیں۔ کئی نادان ہیں جو اعتراض کر دیا کرتے ہیں کہ انگریزوں کے فلاں کام تو خوب چلتے ہیں مگر ہمارے کام اِس طرح نہیں چلتے اور وہ یہ خیال نہیں کرتے کہ ان کے کام کے تسلسل کے پیچھے باقاعدہ دفتر ہوتے ہیں، باقاعدہ کام کرنے والے ہوتے ہیں، باقاعدہ خط و کتابت، سفر اور اجتماعات وغیرہ کے لئے روپیہ ہوتا ہے اور جب سب چیزیں انہیں میسّر ہوں تو اُن کے کام کیوں نہ چلیں۔ مگر ہمارے ہاں نہ سرمایہ ہوتا ہے، نہ پورے وقت کے ایسے کارکن ہوتے ہیں جو تجربہ کار ہوں اور نہ عام ضروریات کے لئے روپیہ ہوتا ہے اور پھر اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ لوگ متواتر کام نہیں کرتے۔

جب نیشنل لیگ قائم ہوئی تو اُس وقت بھی مَیں نے انہیں یہ نصیحت کی تھی کہ اب تو تم جوش میں یہ خیال کر لو گے کہ ہم سارا کام خود ہی کر لیں گے مگر کاموں کو جب بڑھایا جائے تو ضروری

ہوتا ہے کہ ان کے پیچھے مستقل عملہ ہو جو رات دن کام کرتا رہے تا کہ تسلسل قائم رہے۔ مگر انہوں نے میری بات کو اچھی طرح نہ سمجھا اور نتیجہ یہ ہؤا کہ ان کے کام میں خرابی پیدا ہوگئی۔ قادیان میں اگر نیشنل لیگ کور کا کام کچھ لمبا چلا ہے تو اِس کی وجہ بھی یہی ہے کہ یہاں ایک مستقل آدمی مقرر ہے جس کا فرض یہی ہے کہ وہ نیشنل لیگ کور کا کام کرے اور چونکہ مستقل طور پر یہ کام اس کے سپرد ہے اِس لئے لازماً اِسے اپنی توجہ اُس کام کی طرف رکھنی پڑتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں نیشنل لیگ کور زیادہ کامیاب رہی ہے۔ اِس میں کوئی شُبہ نہیں کہ ہر جگہ مستقل آدمی نہیں رکھے جا سکتے لیکن اگر بعض سرکل اور دائرے مقرر کر دیئے جاتے اور ان میں نیشنل لیگ کے آدمی دَورہ کرتے رہتے تو یقیناً ان کی کوششوں کے بہت زیادہ شاندار نتائج نکلتے مگر انہوں نے چونکہ اِس پہلو کو نظر انداز کر دیا اور اپنی قربانی اور ایثار پر حد سے زیادہ انحصار کر لیا اِس لئے ان کے کام میں خرابی واقع ہوگئی۔ حالانکہ بعض چیزیں اخلاص سے نہیں بلکہ نظام سے تعلق رکھتی ہیں اور جب تک نظام کی پابندی نہ ہو اُس وقت تک کامیابی نہیں ہوتی۔

تو مذہبی تعلیموں کی اشاعت کے لئے خصوصاً عیسوی نقش پر آنے والی اور جمالی رنگ اپنے اندر رکھنے والی تعلیموں کے لئے ایک لمبے عرصہ تک مسلسل اور متواتر کام کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ تسلسل تبھی قائم رہ سکتا ہے جب آئندہ اولادوں کی اصلاح کی جائے۔ جس شخص کے دل میں اخلاص پیدا ہو جائے وہ تو اپنی موت تک اِس راستہ کو نہیں چھوڑتا اور چاہے اُس کی گردن پر تلوار رکھ دی جائے وہ اپنی اولاد کی اصلاح کے خیال سے غافل نہیں رہتا۔ ہاں جب مر جائے تو پھر وہ اپنی اولاد کی اصلاح کا ذمّہ دار نہیں۔ ذمّہ داری صرف زندگی تک عائد ہوتی ہے۔ ورنہ جس دن کوئی شخص مر جائے اسی دن وہ اپنی ذمہ داری سے سُبکدوش ہو جاتا ہے اَور تو اَور حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو خدا تعالیٰ کے ایک نبی ہیں اُن سے بھی قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ پوچھے گا کہ کیا تُو نے لوگوں سے یہ کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو خدا کا شریک ٹھہرایا جائے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہی جواب دیں گے کہ حضور جب تک مَیں زندہ رہا لوگوں کا ذمّہ دار رہا لیکن جب آپ نے مجھے وفات دے دی تو پھر مجھے کیا پتہ کہ لوگ کیا کر رہے ہیں۔[۲] اب دیکھو! حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا تعالیٰ کے ایک نبی ہیں مگر موت کے بعد

لوگوں میں کسی خرابی کے پیدا ہونے کی اُن پر بھی ذمہ داری نہیں لیکن اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد اُن کا کوئی مثیل کھڑا ہو جاتا جو لوگوں کی اصلاح کی طرف متوجہ ہو جاتا یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کام اُن کے حواریوں کی اولادوں کی طرف منتقل ہو جاتا تو یقیناً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد بھی اِس قدر خرابی رونما نہ ہوتی جس قدر کہ خرابی رونما ہوئی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اگر اسلام میں کوئی خرابی پیدا نہیں ہوئی تو اِس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں میں سے آپ کو ایسی اولادیں عطا کی تھیں جنہوں نے اپنے باپ دادا کے کام کو سنبھال لیا اور وہ سلسلہ چلتا چلا گیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے وعدہ کیا اور یہی وعدہ ہے جو درحقیقت آپ کی سب سے بڑی فضیلت ہے کہ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ[3] کہ ہم نے ہی اِس قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم وعدہ کرتے ہیں کہ ہم ہمیشہ اِس کی حفاظت کریں گے اور تمہاری اولادوں میں سے ہی ایسے لوگ کھڑے کر دیں گے جو اسلام کے گرتے ہوئے جھنڈے کو سنبھال لیں گے اور اسلام کو ترقی اور عروج کی منزلوں تک لے جائیں گے۔ یہی وعدہ ہے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسرے انبیاء پر عظمت اور بڑائی ثابت کرتا ہے۔ انبیاء سابقین کے کاموں کے تسلسل کے قیام کا کوئی ذریعہ نہیں تھا مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ صرف خدا تعالیٰ نے یہ وعدہ کیا کہ قریب کے زمانہ میں تیری جماعت دین کی خدمت کرے گی بلکہ یہ بھی وعدہ کیا کہ اگر آئندہ بھی کوئی خرابی پیدا ہوگئی تو تیری روحانی اولاد میں سے ہم کسی شخص کو کھڑا کر دیں گے اور وہ پھر تیری عظمت کو دُنیا میں قائم کر دے گا۔[4] چنانچہ اِس زمانہ میں جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں نے بالکل بھلا دیا، جب تعلیمِ اسلام سے وہ کوسوں دور جا پڑے، جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کہلانے والے اپنے آبائی مذہب کی تحقیر و تذلیل پر اُتر آئے تو مسلمانوں میں سے ہی ایک شخص کو اللہ تعالیٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا روحانی بیٹا قرار دے کر کھڑا کر دیا اور اُس نے پھر اسلام کی کھوئی ہوئی عظمت کو دوبارہ قائم کر دیا۔ اب اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسلام کی حفاظت کا یہ سامان نہ ہوتا اور اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت نہ ہوتی تو آج اسلام کی کونسی چیز باقی رہ گئی تھی؟ مگر اِس کامل تباہی میں سے زندگی کے آثار کس طرح پیدا ہوئے؟

اِسی طرح پیدا ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے اُمتِ محمدیہ میں سے ایک شخص کو کھڑا کیا اور اُسے وہ تمام قوتیں دیں جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک روحانی بیٹے میں موجود ہونی چاہئیں۔ وہ آیا اور اُس نے اسلام کو اِس رنگ میں مذاہبِ عالم پر غالب اور برتر ثابت کیا کہ اب بجائے بڑھاپے کے اِس میں جوانی کے آثار ظاہر ہو رہے ہیں اور دُنیا اِن جوانی کے آثار کو محسوس کر رہی ہے۔ کُجا تو وہ زمانہ تھا کہ لوگ کہتے تھے اب اسلام مٹا کہ مٹا اور کُجا یہ زمانہ ہے کہ اب لوگ تسلیم کر رہے ہیں کہ اسلام حملہ آور ہو رہا ہے اور وہ مذاہب عالَم کی طرف بڑھتا چلا آ رہا ہے۔

ہٹلر جو جرمنی کا ڈکٹیٹر ہے اُس نے کئی سال ہوئے جبکہ ابھی وہ برسرِ اقتدار نہیں آیا تھا ایک کتاب لکھی تھی جس کا نام ہے ''میری جدوجہد'' اِس کتاب میں اُس نے اپنے اغراض اور اپنی کوششوں کے مقاصد بیان کئے ہیں۔ یہ ایک نہایت عجیب اور لطیف کتاب ہے۔ مَیں مدت سے اِس کی تلاش میں تھا مگر مجھے ملتی نہ تھی۔ اب تو دو تین سال سے یہ کتاب ہندوستان میں آئی ہوئی ہے مگر اتفاق یہ ہے کہ یہ کتاب مجھے نہ ملی۔ اب کے جو مَیں لاہور گیا تو یہ کتاب مجھے مل گئی اور مَیں نے اسے پڑھا۔ مجھے اِس کتاب کے ایک فقرہ سے گو وہ حقیقت کو ذہن میں رکھ کر لکھا گیا معلوم نہیں ہوتا، مجھے بہت ہی مزہ آیا۔ کیونکہ اِس میں احمدیت کی طاقت کا اقرار کیا گیا ہے۔ ہٹلر اِس کتاب میں عیسائیوں کے متعلق لکھتا ہے کہ وہ سخت غلط راستہ پر چل رہے ہیں اور وہ حکومتوں کو اِس بات پر مجبور کر رہے ہیں کہ وہ گرجاؤں کے معاملہ میں دخل دیں کیونکہ گرجا کے اربابِ عقل سے کام نہیں لے رہے اور خواہ مخواہ حکومتوں کے معاملات میں دخل دے رہے ہیں۔ وہ لکھتا ہے میری سمجھ میں نہیں آتا کہ مذہب کو سیاست کا ہتھیار کیوں بنایا گیا ہے اور بجائے اِس کے کہ وہ مذہب کو مذہب کی حدود میں رکھتے اُنہوں نے اِسے سیاسی قوت کے حصول کا ایک ذریعہ بنالیا ہے اور انہی اغراض کے ماتحت لاکھوں مشنری ایشیا اور افریقہ میں پھیلا رکھے ہیں تا کہ ان کو سیاسی اقتدار حاصل ہو اور اس امر کا خیال نہیں کیا جاتا کہ کروڑوں عیسائی خود یورپ میں دہریہ ہیں۔ اِس سے صاف معلوم ہوتا ہے انہیں سچے مذہب کی اشاعت کی فکر نہیں بلکہ سیاسی طاقت کے حصول کی فکر ہے۔ اگر انہیں یہی خواہش ہوتی کہ لوگوں کو سچے مذہب کا راستہ بتایا جائے تو انہیں چاہئے تھا کہ بجائے غیروں کے وہ اپنوں کی فکر کرتے۔ مگر وہ اپنوں کی تو فکر نہیں کرتے اور

دوسروں کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مذہب ان کے مدّنظر نہیں۔ پھر اِس کے ساتھ ہی وہ لکھتا ہے کہ گویہ ایشیا اور افریقہ میں اپنا مذہب پھیلانے کی جدوجہد کر رہے ہیں مگر ایشیا اور افریقہ میں بھی ان کی کوششیں ناکام ہو رہی ہیں کیونکہ وہاں مسلمان مشنری لوگوں کو اسلام میں واپس لا رہے ہیں اور عیسائی مشنریوں سے زیادہ کامیاب ہیں۔ اب وہ مشنری جو اسلام کی صحیح خدمت کر رہے ہیں اور عیسائیوں کا مقابلہ کر کے لوگوں کو پھر اسلام میں واپس لا رہے ہیں سوائے احمدیوں کے اَور کون ہیں؟

پس اِس فقرہ میں گو احمدیہ جماعت اس کے ذہن میں نہیں پھر بھی اُس نے جماعت احمدیہ کی طاقت کا اقرار کیا ہے اور وہ لکھتا ہے کہ ایشیا اور افریقہ میں جو لوگ اسلام کو پھیلا رہے اور لوگوں کو پھر اسلام میں واپس لا رہے ہیں اُن کی جدوجہد کے مقابل پر مسیحی مشنری ناکام ہو رہے ہیں۔ تو حق یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ظہور کے بعد جو تسلسل اسلام میں اللہ تعالیٰ نے قائم کر دیا ہے اُس کا دنیا کے قلوب پر نہایت گہرا اثر ہے۔ یا تو لوگ یہ سمجھتے تھے کہ اسلام مٹا اور یا اب یہ سمجھ رہے ہیں کہ اسلام میں دوبارہ زندگی پیدا ہوگئی ہے اور وہ پھر دوسرے مذاہب کا مقابلہ کرنے لگ گیا ہے۔ اِس عظیم الشان تغیّر پر جہاں ہمارا حق ہے کہ ہم خوش ہوں وہاں ہمیں یہ امر بھی کبھی نظر انداز نہیں کرنا چاہئے کہ اگر ہم نے اِس تسلسل کو قائم نہ رکھا تو یہ ہماری موت کی علامت ہوگی۔ پس ضروری ہے کہ ہم اِس تسلسل کو قائم رکھیں۔ مصلح انبیاء ہمیشہ فاصلہ فاصلہ پر آیا کرتے ہیں اور یہ کام ان کی اُمتوں کا ہوتا ہے کہ وہ اپنی اولادوں کی اصلاح کریں اور ان کے دلوں میں انبیاء کی تعلیمات کو مضبوطی سے گاڑ دیں اور اِس طرح مذہب کی طاقت کو بڑھاتے چلے جائیں۔ ایک لمبے عرصہ کے بعد جب عالمگیر تنزل ہو جائے تو اس وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی مصلح نبی مبعوث ہؤا کرتا ہے اِس سے پہلے نہیں۔ ہمارا جو زمانہ ہے یہ بھی ایسا نہیں کہ اِس میں جلدی ہی کوئی اور نبی مبعوث ہو۔ ہم اللہ تعالیٰ کی طاقتوں کو محدود نہیں کرتے۔ اِس سے یہ کوئی بعید بات بھی نہیں کہ وہ کسی اَور نبی کو بھیج دے لیکن بظاہر یہ ایسا زمانہ معلوم ہوتا ہے کہ اِس میں جماعت کو ایک نئے نبی کی قیادت میں کام کرنے کی بجائے خلفاء موعود و غیر موعود کی قیادت کے ماتحت کام کرنا ہوگا۔

پس ہم میں سے ہر شخص کا فرض ہے کہ وہ اپنی آئندہ نسلوں تک اسلام کی تعلیم کو محفوظ رکھتا چلا جائے اور درحقیقت اِسی غرض کے لئے مَیں نے خدام الاحمدیہ کی انجمن قائم کی ہے تا جماعت کو یہ احساس ہو کہ اولاد کی تربیت ان کا اہم ترین فرض ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نکتہ ایسے اعلیٰ طور پر بیان فرمایا ہے کہ اسے دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ یہ امر ہر شخص جانتا ہے کہ لڑکوں اور لڑکیوں کی اصلاح میں سے مقدم اصلاح لڑکیوں کی ہوتی ہے کیونکہ وہ آئندہ نسل کی مائیں بننے والی ہوتی ہیں اور ان کا اثر اپنی اولاد پر بہت بھاری ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو قوم عورتوں کی اصلاح کی طرف توجہ نہیں کرتی اُس قوم کے مردوں کی بھی اصلاح نہیں ہوتی اور جو قوم مردوں اور عورتوں دونوں کی اصلاح کی فکر کرتی ہے وہی خطرات سے بالکل محفوظ ہوتی ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس نکتہ کو کیا ہی لطیف پیرایہ میں بیان فرمایا ہے۔ آپ ایک دفعہ مجلس میں بیٹھے تھے، صحابہؓ آپ کے گرد حلقہ باندھے تھے۔ آپ نے فرمایا جس مسلمان کے گھر تین لڑکیاں ہوں اور وہ ان کی اچھی تعلیم و تربیت کرے تو اُس مسلمان کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جنت واجب ہو جاتی ہے۔[5] اب بظاہر کوئی ایسا شخص جو قومی ترقی کے اصول سے ناواقف ہو کہہ سکتا ہے کہ یہ کونسی بات ہے۔ بھلا تین لڑکیوں کی اصلاح سے جنت مل سکتی ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ تین لڑکیوں کی تربیت کوئی ایسی اہم بات نہیں حالانکہ جو شخص تین لڑکیوں کی اچھی تربیت کرتا ہے وہ صرف تین کی ہی تربیت نہیں کرتا بلکہ ہزاروں لاکھوں اسلام کے خادم پیدا کرتا ہے۔ کیونکہ وہ لڑکیاں اچھے لڑکے پیدا کرنے کا موجب بنیں گی اور وہ لڑکے اسلام کے لئے اچھے قربانی کرنے والے ثابت ہوں گے۔ آجکل لوگوں کی یہ عادت ہے کہ وہ ایک کان سے بات سُنتے اور دوسرے کان سے نکال دیتے ہیں۔ مگر صحابہؓ پر اللہ تعالیٰ بے انتہا کرم نازل فرمائے اُن میں یہ ایک ایسی خوبی تھی کہ اِسے دیکھ کر دل عش عش کر اُٹھتا ہے کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چھوٹے سے چھوٹے فقرہ کی بھی بڑی قدر کرتے تھے۔ اب یہی روایت جو مَیں نے بیان کی ہے اِس زمانہ کے لوگ اسے سُنیں تو اکثر ایک کان سے سُن کر دوسرے سے باہر نکال دیں گے۔ گویا کوئی بات ہی نہیں ہوئی بلکہ ممکن ہے بعض یہ اعتراض شروع کر دیں کہ بھلا تین لڑکیوں کا جنت سے کیا تعلق؟ اور جو اِس حدیث سے

لذّت بھی پائیں گے، وہ اِس کی حقیقت پر غور نہیں کریں گے۔ مگر صحابہؓ جو اِس بات کے مُشتاق رہا کرتے تھے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چھوٹی سے چھوٹی بات سے بھی فائدہ اُٹھائیں اُنہوں نے جب یہ بات سُنی تو وہ جن کی تین لڑکیاں تھیں وہ اِس خوشی سے بیتاب ہو گئے کہ ان کی اچھی تربیت کر کے جنت کے حق دار بن جائیں گے۔ مگر وہ جن کی تین لڑکیاں نہیں تھیں بلکہ دو تھیں اُن کے چہروں پر افسردگی چھا گئی اور اُنہوں نے عرض کیا یَا رَسُوْلَ اللہ! اگر کسی کی دو لڑکیاں ہوں۔ آپ نے فرمایا اگر کسی کی دو لڑکیاں ہوں اور وہ اِن دونوں کی اچھی تربیت کرے تو اُس کے لئے بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے جنت واجب ہو جاتی ہے۔[6] جب آپؐ نے یہ بات فرمائی تو وہ لوگ جن کی صرف ایک لڑکی تھی وہ افسردہ اور مغموم ہو گئے اور اُنہوں نے کہا یَا رَسُوْلَ اللہ! اگر کسی کی دو لڑکیاں نہ ہوں بلکہ صرف ایک لڑکی ہو تو وہ کیا کرے۔ آپؐ نے فرمایا اگر کسی کی ایک ہی لڑکی ہو اور وہ اُسے اچھی تعلیم دے اور اُس کی اچھی تربیت کرے تو اُس کے لئے بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے جنت واجب ہو جاتی ہے۔[7] گویا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس حدیث کے ذریعہ یہ نکتہ ہم کو بتایا کہ قومی نیکیوں کے تسلسل کو قائم رکھنا انسان کو جنت کا مستحق بنا دیتا ہے۔ کیونکہ جو قومی تسلسل قائم رکھتا ہے وہ دُنیا میں ہی ایک جنت پیدا کرتا ہے اور یہی قرآن کریم نے بتلایا ہے کہ جسے اِس دنیا میں جنت ملی اُسے ہی اگلے جہان میں جنت ملے گی۔[8] جو اِس جہان میں اندھا رہا وہ اگلے جہان میں بھی اندھا رہے گا۔[9] اور جو اِس جہان میں آنکھوں والا ہے وہی اگلے جہان میں بھی بینا آنکھوں والا ہے۔ تو جو شخص اپنی لڑکی کی اچھی تربیت کرتا ہے اُس میں دین کی محبت پیدا کرتا ہے اور اُسے خدا تعالیٰ کے احکام کا فرمانبردار بناتا ہے وہ ایک لڑکی کی تربیت نہیں کرتا بلکہ ہزاروں نیک اور پاک خاندان پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ پس چونکہ وہ دُنیا میں نیکی کا ایک محل تیار کرتا ہے اِس لئے اللہ تعالیٰ بھی فرماتا ہے کہ چونکہ اِس نے اسلام کے مکان کی حفاظت کا سامان مہیّا کیا ہے اِس لئے مَیں بھی قیامت کے دن اِس کے لئے ایک عُمدہ محل تیار کروں گا۔ تو اپنی اولادوں کی مسلسل تربیت کو جاری رکھنا ایک اہم سوال ہے اور لڑکوں اور لڑکیوں میں سے لڑکیوں کی تربیت کا سوال زیادہ اہمیت رکھتا ہے مگر چونکہ لڑکیوں نے نوکریاں نہیں کرنی ہوتیں اِس لئے بالعموم لوگ اُن کی تعلیم و تربیت سے

غافل رہتے ہیں یا اگر توجہ بھی کرتے ہیں تو زیادہ توجہ نہیں کرتے حالانکہ انہی لڑکیوں نے آئندہ نسلوں کی ماں بننا ہوتا ہے اور چونکہ یہ کل کو مائیں بننے والی ہوتی ہیں اِس لئے ضروری ہوتا ہے کہ اِن کی تعلیم وتربیت کی طرف زیادہ توجہ کی جائے۔ اگر مائیں درست ہوں گی تو لڑکے آپ ہی درست ہو جائیں گے اور اگر ماؤں کی اصلاح نہ ہوگی تو لڑکوں کی بھی اصلاح نہیں ہوگی۔ اِسی ضرورت کو مدّنظر رکھتے ہوئے مَیں نے مدرسہ بنات کی تعلیم کے متعلق خاص طور پر زور دیا تھا اور مَیں نے کہا تھا کہ اِس کے نصاب کو بدل دینا چاہیئے اور لڑکیوں کو ایسی تعلیم دینی چاہیئے جس کے نتیجہ میں اِن میں قومی روح پیدا ہو اور اسلام کی محبت اِن کے قلوب میں موجزن ہو۔ شروع شروع میں تو کچھ لوگوں نے میری مخالفت کی یا ان کے اخلاص کو دیکھتے ہوئے یہ کہنا چاہیئے کہ اُنہوں نے اِسے پسند نہ کیا اور کئی سال تک مجلس شوریٰ کے پروگرام سے یہ معاملہ پیچھے ہٹتا چلا گیا مگر آخر جب مَیں نے زیادہ زور دیا تو اس وقت جماعت میں یہ احساس پیدا ہوُا کہ مدرسۂ بنات میں اصلاح ہونی چاہیئے۔ چنانچہ وہ اصلاح کی گئی اور اس کا نہایت ہی خوشگوار نتیجہ خدا تعالیٰ کے فضل سے اب نظر آنے لگ گیا ہے اور لڑکیوں میں دینی تعلیم بہت حد تک ترقی کر گئی ہے بلکہ بعض دفعہ لڑکیوں کے مضامین دیکھ کر مجھے حیرت ہوتی ہے کیونکہ وہ بہت سے لڑکوں کے مضامین سے بھی اچھے ہوتے ہیں۔ اگر یہ سلسلہ جاری رہا اور کارکنان نے میری اِس سکیم کی اہمیت کو محسوس کرتے ہوئے لڑکیوں کی تعلیم وتربیت کی طرف اپنی زیادہ سے زیادہ توجّہ مبذول رکھی تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے اِس کے نہایت ہی خوشکن نتائج پیدا ہوں گے لیکن ابھی تک یہ تعلیم قادیان تک ہی محدود ہے اور بیرونجات کی احمدی لڑکیاں اِس سے فائدہ نہیں اُٹھا سکتیں۔ اِس کے لئے ضروری ہے کہ قادیان میں لڑکیوں کے لئے جلد سے جلد ایک بورڈنگ ہاؤس قائم کیا جائے جس میں بیرونجات کی لڑکیاں آکر ٹھہر سکیں اور وہ مدرسہ بنات سے دینی تعلیم حاصل کر سکیں۔ دوسرے یہ بھی ضروری ہے کہ اِس مدرسہ کی بیرونجات میں شاخیں کھولی جائیں تا کہ اُن میں بھی انہی اصول پر تعلیم کا سلسلہ جاری ہو جن اصول پر قادیان میں جاری ہے تا کہ وہ اچھی مائیں بنیں اور اچھی نسلیں پیدا کر کے ان کی احمدیت کے نقطۂ نگاہ سے پرورش کر سکیں۔ اِسی طرح لڑکوں کی تربیت کے لئے مَیں نے مجلس خدام الاحمدیہ قائم کی ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے

یہ جماعت اچھا کام کر رہی ہے گو اتنا اچھا نہیں جتنا قومی وسعت کے لحاظ سے ضروری ہے بلکہ اِس کا سینکڑ واں حصّہ بھی نہیں۔

ابھی سینکڑوں ایسی جماعتیں ہیں جہاں مجالس خدام الاحمدیہ قائم نہیں اور سینکڑوں کام ہیں جو ابھی اُنہوں نے کرنے ہیں، ابھی تک صرف بیسیوں جماعتیں بنی ہیں اور وہ بھی پوری طرح کام نہیں کر رہیں اور جو کر رہی ہیں وہ اپنے کام کی اہمیت کو نہیں سمجھیں۔ درحقیقت اِس وقت تک صرف دس پندرہ جماعتیں ہی ہیں جو اچھا کام کر رہی ہیں لیکن بہرحال اِس کام کی بنیاد پڑ گئی ہے اور جب کسی کام کی بنیاد پڑ جائے تو ضرورت پر اسے زیادہ وسیع بھی کیا جا سکتا ہے۔

مَیں نے پہلے بھی توجہ دلائی تھی اور اب پھر جماعتوں کے پریذیڈنٹوں، سیکرٹریوں اور دوسرے تمام افراد کو توجّہ دلاتا ہوں کہ وہ خدام الاحمدیہ کے ساتھ تعاون کریں اور نوجوانوں کو اِس بات پر مجبور کریں کہ وہ خدام الاحمدیہ میں شامل ہوں۔ اِسی طرح ماں باپ کا فرض ہے کہ وہ اپنے بچوں کو اِس میں داخل کریں تا اُن کی اچھی تربیت ہو۔ جب تک ماں باپ اور جماعتوں کے پریذیڈنٹ اور سیکرٹری اِس طرف توجّہ نہیں کریں گے، جب تک وہ خدام الاحمدیہ کو کوئی اور چیز سمجھیں گے اور اپنے آپ کو کوئی اور چیز سمجھیں گے اس وقت تک پوری کامیابی نہیں ہو سکتی۔ پس ضروری ہے کہ ماں باپ بھی اپنی ذمّہ داری کو سمجھیں اور جماعتیں بھی اپنے فرض کو سمجھیں اور جو لوگ اِس میں داخل نہیں انہیں مجبور کریں کہ وہ اِس میں داخل ہوں اور جو داخل ہو چکے ہیں ان کی نگرانی کریں کہ آیا وہ پروگرام کے مطابق عمل کرتے ہیں یا نہیں؟

عورتوں کی تربیت کے لحاظ سے مَیں نے اِس کی دوسری شاخ لجنہ اماءاللہ کے نام سے قائم کی ہوئی ہے۔ یہ لجنہ صرف دو جگہ اچھا کام کر رہی ہے ایک قادیان میں دوسرے سیالکوٹ میں۔ قادیان میں لجنہ کا زیادہ تر کام جلسے کرانا سلسلہ کے کاموں سے عورتوں کو واقف رکھنا، صنعت وحرفت کی طرف غریب عورتوں کو متوجہ کرنا اور انہیں کام پر لگانا ہے۔ یہ کام گو آہستہ آہستہ ہو رہا ہے لیکن اگر استقلال اور ہمت سے اِس کام کو جاری رکھا گیا تو مَیں اُمید کرتا ہوں کہ وہ بیواؤں اور یتامیٰ کا مسئلہ حل کرنے میں کسی دن کامیاب ہو جائیں گی۔ لجنہ کے اِس کام میں تاجروں کی امداد کی بھی ضرورت ہے۔ انہیں چاہئے کہ لجنہ جو چیزیں بنوائے وہ انہیں بیچ دیا کریں۔

اِس میں ان کا بھی فائدہ ہوگا کیونکہ آخر وہ نفع ہی پر بیچیں گے اور غرباء کا بھی فائدہ ہے کہ ان کے گزارہ کی صورت ہوتی رہے گی۔ مَیں چاہتا ہوں کہ اس کام کو اتنا وسیع کیا جائے کہ نہ صرف قادیان میں بلکہ بیرونی جماعتوں میں بھی کوئی بیوہ اور غریب عورت ایسی نہ رہے جو کام نہ ملنے کی وجہ سے بھوکی رہتی ہو۔ ہمارے مُلک میں یہ ایک بہت بڑا عیب ہے کہ وہ بھوکا رہنا پسند کریں گے مگر کام کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں گے۔ یہ ایک بہت بڑا نقص ہے جس کی اصلاح ہونی چاہیئے اور یہ اصلاح اِسی صورت میں ہوسکتی ہے جب ہر شخص یہ عہد کرے کہ وہ مانگ کر نہیں کھائے گا بلکہ کما کر کھائے گا۔ اگر کوئی شخص کام کو عیب سمجھتا اور پھر بھوکا رہتا ہے تو اس کا ہمارے پاس کوئی علاج نہیں لیکن اگر ایک شخص کام کے لئے تیار ہو لیکن بوجہ کام نہ ملنے کے وہ بھوکا رہتا ہو تو یہ جماعت اور قوم پر ایک خطرناک الزام اور اِس کی بہت بڑی ہتک اور سُبکی ہے۔ پس کام مہیّا کرنا جماعتوں کے ذمّہ ہے لیکن جو لوگ کام نہ کریں اور سُستی کر کے اپنے آپ کو تکلیف میں ڈالیں ان کی ذمہ داری جماعت پر نہیں بلکہ ان کے اپنے نفسوں پر ہے کہ اُنہوں نے باوجود کام ملنے کے محض نفس کے کَسل کی وجہ سے کام کرنا پسند نہ کیا اور بھوکا رہنا گوارا کرلیا۔

میرا پروگرام یہ ہے کہ لجنہ کا کام جب یہاں کامیاب ہو جائے تو باہر بھی اِسے جاری کیا جائے یہاں تک کہ کوئی بیوہ اور یتیم عورت ایسی نہ رہے جو خود کام کر کے اپنی روزی نہ کماتی ہو۔ اِس جدوجہد میں اگر ہم کامیاب ہو جائیں تو پھر انہی لوگوں کا بار جماعت پر رہ جائے گا جو بالکل ناکارہ ہیں۔ جیسے اندھے ہوئے یا لُولے اور اپاہج ہوئے۔ گو ہر اندھا ناکارہ نہیں ہوتا بلکہ کئی اندھے بھی بڑے بڑے کام کر سکتے ہیں۔ بہرحال جس حد تک اندھوں وغیرہ کے لئے بھی کام مہیّا ہوسکتا ہو اس حد تک ہمیں ان کے لئے بھی کام مہیا کرنا چاہیئے اور کوشش کرنی چاہیئے کہ وہ خود کام کر کے کھائیں مگر اِس معاملہ میں محلّوں کے پریذیڈنٹوں کے تعاون کی ضرورت ہے۔ اگر محلّوں کے پریذیڈنٹ مختلف مقررین سے اپنے اپنے محلّہ میں وقتاً فوقتاً ایسے لیکچر دلاتے رہا کریں کہ نکمّا بیٹھ کر کھانا نہایت غلط طریق ہے۔ کام کر کے کھانا چاہیئے اور کسی کام کو اپنے لئے عار نہیں سمجھنا چاہیئے۔ تو اُمید ہے کہ لوگوں کی ذہنیت بہت کچھ تبدیل ہو جائے۔ مَیں نے دیکھا ہے قادیان میں بھی ایک اچھا خاصا طبقہ ایسے لوگوں کا ہے جنہیں جب کوئی کام دیا جاتا ہے

تو کہتے ہیں کہ اِس کام کے کرنے میں ہماری ہتک ہے۔ حالانکہ ہتک کام کے کرنے میں نہیں بلکہ نکمّا بیٹھ کر کھانے میں ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بھی فرمایا ہے کہ لوگوں سے مانگ کر کھانا ایک لعنت ہے۔ ایک دفعہ ایک شخص نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کچھ مانگا (بعض لوگ کہہ دیا کرتے ہیں کہ ہم کسی غیر سے تھوڑا مانگتے ہیں۔ ہم تو سلسلہ سے مانگتے ہیں۔ اِس کا جواب اِسی واقعہ میں آ جاتا ہے۔ جو مَیں بیان کرنے لگا ہوں کیونکہ اِس نے بھی کسی غیر سے نہیں بلکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے مانگا تھا) آپ نے اِسے کچھ دے دیا۔ وہ لے کر کہنے لگا یَا رَسُوْلَ اللہ! کچھ اَور دیجئے۔ آپ نے پھر اِسے کچھ دے دیا۔ وہ پھر کہنے لگا۔ یَا رَسُوْلَ اللہ! کچھ اَور دیجئے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اُسے فرمایا کیا مَیں تم کو کوئی ایسی بات نہ بتاؤں جو تمہارے اِس مانگنے سے بہت زیادہ بہتر ہے؟ اس نے کہا کیوں نہیں یَا رَسُوْلَ اللہ فرمائیے کیا بات ہے۔ آپ نے فرمایا سوال کرنا خدا تعالیٰ کو پسند نہیں۔ تم کوشش کرو کہ تمہیں کوئی کام مل جائے اور کام کر کے کھاؤ۔ یہ دوسروں سے مانگنے اور سوال کرنے کی عادت چھوڑ دو۔ اِس نے کہا یَا رَسُوْلَ اللہ! مَیں نے آج سے یہ عادت چھوڑ دی۔[۱] چنانچہ واقع میں پھر اِس نے اِس عادت کو بالکل چھوڑ دیا اور یہاں تک اِس نے استقلال دکھایا کہ جب اسلامی فتوحات ہوئیں اور مسلمانوں کے پاس بہت سا مال آیا اور سب کے وظائف مقرر کئے گئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے بلوایا اور کہا یہ تمہارا حصہ ہے تم اِسے لے لو۔ وہ کہنے لگا مَیں نہیں لیتا مَیں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے یہ اقرار کیا تھا کہ مَیں ہمیشہ اپنے ہاتھ کی کمائی کھاؤں گا۔ سو اِس اقرار کی وجہ سے مَیں یہ مال نہیں لے سکتا کیونکہ یہ میرے ہاتھ کی کمائی نہیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا یہ تمہارا حصّہ ہے، اِس کے لینے میں کوئی حرج نہیں۔ وہ کہنے لگا خواہ کچھ ہو مَیں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اقرار کیا ہوُا ہے کہ مَیں بغیر محنت کئے کوئی مال نہیں لوں گا۔ مَیں اب اِس اقرار کو مرتے دم تک پورا کرنا چاہتا ہوں اور یہ مال نہیں لے سکتا۔ دوسرے سال حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پھر اِسے بُلایا اور فرمایا کہ یہ تمہارا حصّہ ہے اِسے لے لو۔ مگر اِس نے پھر کہا مَیں نہیں لوں گا۔ مَیں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اقرار کیا ہوُا ہے کہ مَیں محنت کر کے مال کھاؤں گا۔ یونہی مُفت میں کسی جگہ سے مال

نہیں لوں گا۔ تیسرے سال اُنہوں نے پھر اُس کا حصّہ دینا چاہا مگر اُس نے پھر انکار کر دیا۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے۔ اُنہوں نے بھی ایک دفعہ اُسے بُلایا اور کہا یہ تمہارا حصّہ ہے لے لو۔ وہ کہنے لگا مَیں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عہد کیا تھا کہ مَیں کبھی سوال نہیں کروں گا اور ہمیشہ اپنے ہاتھ کی کمائی کھاؤں گا یہ مال میرے ہاتھ کی کمائی نہیں اِس لئے مَیں اِسے نہیں لے سکتا اور مَیں ارادہ رکھتا ہوں کہ اپنی موت تک اِس اقرار کو نباہتا چلا جاؤں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بہت اصرار کیا مگر وہ انکار کرتا چلا گیا۔ آخر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تمام مسلمانوں کو مخاطب کر کے کہا اے مسلمانو! مَیں خدا کے حضور بری الذّمہ ہوں۔ مَیں اِس کا حصّہ اِسے دیتا ہوں مگر یہ خود نہیں لیتا۔[11]

اِسی صحابی کے متعلق یہ ذکر آتا ہے کہ ایک جنگ میں یہ گھوڑے پر سوار تھے کہ اچانک اُن کا کوڑا اِس کے ہاتھ سے گر گیا۔ ایک اَور شخص جو پیادہ تھا اُس نے جلدی سے کوڑا اُٹھا کر اُنہیں دینا چاہا تو اُنہوں نے کہا اے شخص! مَیں تجھے خدا کی قسم دیتا ہوں کہ تو اِس کوڑے کو ہاتھ نہ لگائیو کیونکہ مَیں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ اقرار کیا ہؤا ہے کہ مَیں کسی سے سوال نہیں کروں گا اور خود اپنا کام کروں گا۔ چنانچہ عین جنگ کی حالت میں وہ اپنے گھوڑے سے اُترے اور کوڑے کو اُٹھا کر پھر اِس پر سوار ہو گئے۔[12]

تو لوگوں کو بتانا چاہیئے کہ مانگ کر کھانا ایک بہت بڑا عیب ہے تاکہ اِس نقص کی اصلاح ہو۔ بعض نادان اِس موقع پر کہہ دیا کرتے ہیں کہ ہم غرباء کی مدد سے گریز کرتے ہیں حالانکہ یہاں گریز کا کوئی سوال ہی نہیں۔ ہمارے پاس حکومت تو ہے نہیں کہ جبراً لوگوں پر ٹیکس عائد کر کے اپنے خزانے بھر لیں اور پھر اِنہیں لوگوں میں تقسیم کر دیں۔ یہی وجہ ہے کہ جو ذمّہ داریاں خلفائے اوّل پر عائد تھیں وہ ہم پر نہیں۔ اُن کے پاس اموال قانونی طور پر آتے تھے مگر ہمارے پاس اِس رنگ میں اموال نہیں آتے بلکہ ایسے اموال حکومتِ ہند کے خزانہ میں جاتے ہیں۔ پس ہم مجبور ہیں کہ مال کی تقسیم میں احتیاط سے کام لیں لیکن اگر بالفرض اِس رنگ میں اموال آتے بھی ہوں تو سوال یہ ہے کہ کیا مَیں نے وہ مال کھا لینا ہے؟ اِس مال نے تو بہرحال سلسلہ پر خرچ ہونا ہے تو مجھے اِس بات کا کیا شوق ہے کہ مَیں زید کو دُوں اور بکر کو نہ دوں یا مجھے اِس سے کیا ہے

کہ وہ روپیہ ریویو آف ریلیجنز پر خرچ ہوتا ہے یا کسی غریب شخص پر خرچ ہوتا ہے۔ اگر اسلام کا فائدہ اِس میں ہے کہ سلسلہ کا روپیہ ایک غریب کو مل جائے تو اِس میں مجھے کیا اعتراض ہوسکتا ہے؟ میری غرض تو اِس قسم کی نصائح سے یہ ہے کہ ہماری جماعت کے اخلاق بلند ہو جائیں اور اِس میں عزّتِ نفس کا مادہ پیدا ہو جائے اور لوگ یہ سمجھیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے نفس کو بھی کوئی شرف بخشا ہؤا ہے اور اِن کا فرض ہے کہ وہ اِس کی قدر و قیمت کو سمجھتے ہوئے بِلا وجہ اِس کی تحقیر نہ کریں۔ یہ رُوح ہے جو مَیں جماعت میں پیدا کرنا چاہتا ہوں اور یہی وہ تعلیم ہے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی۔

پس یہ روپیہ مجھے تو نہیں ملتا کہ مجھے یہ فکر ہو کہ فلاں کو نہ ملے اور فلاں کو مل جائے۔ اگر یہ روپیہ مجھے ملتا تو کسی کو بدظنی کا موقع مل سکتا تھا اور وہ خیال کرسکتا تھا کہ شاید مَیں نے اپنے ذاتی فائدہ کے لئے دوسروں کو اِس سے محروم کرنے کا ارادہ کرلیا ہے۔ مگر جب یہ روپیہ میرے پاس نہیں آتا نہ میری ضروریات پر خرچ ہوتا ہے تو مجھے اِس میں ذاتی دلچسپی کیا ہوسکتی ہے؟

پس مجھے ذاتی دلچسپی اِس میں کوئی نہیں ہاں اتنی دلچسپی ضرور ہے کہ مَیں چاہتا ہوں جماعت کے اخلاق بہت بُلند ہوں اور وہ دوسروں سے مانگنے کی عادت ترک کردیں۔ پس پریذیڈنٹوں اور سیکرٹریوں کو چاہئے کہ وہ جماعت کے دوستوں کے سامنے یہ مسائل واضح کرتے رہا کریں۔ مَیں نے دیکھا ہے اِسی نقص کی وجہ سے کہ لوگوں کو مسائل بتائے نہیں جاتے۔ قادیان میں مردوں اور عورتوں کو بِلا وجہ سوال کرنے کی عادت ہے اور بجائے کام کرنے کے وہ مانگ کر کھا لینا زیادہ بہتر سمجھتے ہیں حالانکہ ہمیشہ کام کر کے کھانے کی عادت ڈالنی چاہئے اور یہی عادت ہے جو اسلام پیدا کرنا چاہتا ہے۔ ہاں جہاں کام نہ ملتا ہو وہاں کام مہیّا کرنا پریذیڈنٹوں اور سیکرٹریوں کا کام ہے لیکن جب کام مل جائے تو پھر اِس کے کرنے میں کوئی عذر نہیں ہونا چاہئے۔

پس کام مہیا کرنا ہمارا کام ہے۔ گو پھر حکومت نہ ہونے کی وجہ سے ہم پوری طرح اِس فرض کو سرانجام نہیں دے سکتے مگر پھر بھی ہمارا فرض ہے کہ جس حد تک ہم کام مہیا کرسکتے ہوں اُس حد تک جماعت کے دوستوں کے لئے کام مہیّا کریں۔ مَیں نے بتایا ہے کہ لجنہ اِس سلسلہ میں

عورتوں کے متعلق مفید کام کر رہی ہے اور مَیں چاہتا ہوں کہ آہستہ آہستہ مجلس خدام الاحمدیہ بھی یہ کام اپنے لائحہ عمل میں شامل کر لے اور بے کار مَردوں کے متعلق اِن کا یہ فرض ہو کہ وہ ان کے لئے کام مہیا کریں۔ بظاہر یہ کام مُشکل ہے لیکن اگر وہ سمجھ سے کام لیں گے اور غور کرنے کی عادت ڈالیں گے تو وہ کئی ایسی سکیمیں بنا سکیں گے جن کے ماتحت بیکاروں کو کام پر لگایا جا سکے گا۔ جب اِس قسم کے بے کار لوگ کام پر لگ جائیں گے تو اِس سے نہ صرف بے کاروں کو فائدہ پہنچے گا بلکہ سلسلہ کو بھی مالی لحاظ سے فائدہ پہنچے گا کیونکہ وہ چندے دیں گے اور اِس طرح سلسلہ کو مضبوطی حاصل ہوگی۔

پس یہ اِس شخص کا ہی نہیں بلکہ سلسلہ کا بھی فائدہ ہے۔ یہ ایک اہم کام ہے جس کی طرف جماعتوں کے پریذیڈنٹوں، سیکرٹریوں اور مجلس خدام الاحمدیہ کے ممبران کو توجّہ کرنی چاہئے۔ اِسی طرح مجلس خدام الاحمدیہ کے ممبران کو چاہئے کہ وہ ایک پروگرام بنا کر اِس کے ماتحت کام کیا کریں۔ یونہی بغیر سوچے سمجھے کام کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ اِس میں کوئی شُبہ نہیں کہ وہ اب بھی ہاتھ سے کام کرتے ہیں مگر وہ کام کسی پروگرام کے مطابق نہیں ہوتا۔ حالانکہ جس طرح بجٹ تیار کئے جاتے ہیں اِسی طرح انہیں اپنے کام کے پروگرام وضع کرنے چاہئیں مثلاً ہاتھ سے کام کرنے کی عادت ہے اِس بارہ میں یونہی بغیر پروگرام کے اِدھر اُدھر کام کرتے پھرنے کی بجائے اگر وہ کسی ایک سڑک کو لے لیں اور اپنے پروگرام میں یہ بات شامل کر لیں کہ اُنہوں نے اِس سڑک پر بھرتی ڈال کر اِسے ہموار کرنا اور اِس کے گڑھوں کو پُر کرنا ہے یا اِسی طرح کا کوئی اَور کام اپنے ذمہ لے لیں اور اِسے وقت معیّن کے اندر مکمل کریں تو یہ بہت عُمدہ نتیجہ پیدا کرے گا بہ نسبت اِس کے کہ بغیر ایک معیّن پروگرام کے وہ کام کرتے جائیں۔ مگر یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ بھرتی کے کیا معنے ہیں۔ گزشتہ سال جلسہ سالانہ پر چوہدری ظفر اللہ خان صاحب آئے تو اُنہوں نے مجلس خدام الاحمدیہ کے اراکین سے کہا کہ اب کی دفعہ جب کام کرو تو مجھے بھی بُلا لینا۔ چنانچہ اُنہوں نے اِنہیں بُلا لیا اور وہ بھی ہاتھ سے کام کرتے رہے مگر چوہدری صاحب نے مجھے بتایا کہ ان کے ساتھ مل کر کام کرنے میں مجھے معلوم ہوا کہ ان کے کام میں ایک نقص بھی ہے اور وہ یہ کہ سڑک پر جب وہ مٹی ڈال رہے تھے تو سڑک کے پاس ہی ایک گڑھا کھود کر وہاں سے

مٹی لے آتے تھے۔ مَیں نے انہیں کہا کہ اِس کا تو یہ مطلب ہے کہ آج آپ سڑک کے گڑھے پُر کریں اور کل آپ اُن گڑھوں کو پُر کرنے لگ جائیں جو اِس سڑک پر مٹی ڈالنے کے لئے آپ نے کھود لئے ہیں۔ تو یہ ایک نقص ہے جو خدام الاحمدیہ کے کام میں ہے اور اِسے دور کرنا چاہیئے مگر اِس کے علاوہ ضروری بات یہ ہے کہ وہ ایک سڑک یا ایک گلی لے لیں اور اِس کی صفائی اور مرمّت اِس حد تک کریں کہ اِس سڑک یا گلی میں کوئی نقص نہ رہے۔ مثلاً وہ ایک سڑک کو درست کرنا چاہتے ہیں تو ان کا فرض ہے کہ وہ انجینئروں سے مشورہ لیں اور ان سے پوچھیں کہ یہ سڑک کس طرح درست ہوسکتی ہے۔ پھر جو طریق وہ بتائیں اور جو نقشہ انجینئر تجویز کریں اُس کے مطابق وہ اِس سڑک کی درستی کریں اور چھ مہینے یا سال جتنا وقت بھی اِس پر صرف ہوا اتنا وقت اِس پر صرف کیا جائے اور اِس سڑک کو انجینئر کے بتائے ہوئے نقشہ کے مطابق درست کیا جائے مگر اب یہ ہوتا ہے کہ چند مٹی کی ٹوکریاں ایک گڑھے میں ڈال دی جاتی ہیں اور چند دوسرے گڑھے میں اور کسی کو پتہ بھی نہیں لگتا کہ کوئی کام ہوًا ہے۔ پس پہلی ہدایت تو یہ ہے کہ کوئی ایک کام شروع کیا جائے اور اُسے ایسا مکمل کیا جائے کہ کوئی انجینئر بھی اِس میں نقص نہ نکال سکے۔ دوسری بات یہ ہے کہ مَیں نے دیکھا ہے کہ دوسرے آدمیوں سے کوئی کام نہیں لیا جاتا حالانکہ خدام الاحمدیہ کے کام کرنے کے یہ معنی نہیں کہ دوسروں کے لئے اِس میں حصّہ لینا ممنوع ہے۔ جو لوگ میرے خطبات سُنا کرتے ہیں وہ اِس بات کو جانتے ہیں کہ مَیں نے امورِ عامہ کو بار بار ہاتھ سے کام کرنے کے پروگرام کی طرف توجہ دلائی ہے۔ بلکہ بعض دفعہ مَیں نے اتنی سختی سے کام لیا ہے کہ مَیں سمجھتا ہوں اگر اِن میں ذرا بھی حِس ہوتی تو وہ اِس کام کی طرف ضروری توجہ کرتے۔ مگر سال گزر گیا اور ابھی تک وہ ایسی نیند سوئے پڑے ہیں کہ اُٹھنے کا نام ہی نہیں لیتے۔ امورِ عامہ کی غفلت کا ہی یہ نتیجہ ہے کہ ہم لوگ جن کا دل چاہتا ہے کہ رفاہِ عام کے کاموں میں حصّہ لیں اِس سے محروم رہتے ہیں اور کوئی کام نہیں کر سکتے۔ پس چونکہ امورِ عامہ سویا پڑا ہے اِس لئے مَیں مجلس خدام الاحمدیہ کو توجّہ دلاتا ہوں کہ وہ صرف ممبران سے ہی کام نہ لیا کریں بلکہ بعض دنوں میں وہ عام اعلان کرکے باقی جماعت کے دوستوں کو بھی اپنے ساتھ شامل کرلیا کریں بلکہ وہ کام کرنے کے لئے مجھے بھی بُلا لیا کریں۔ آخر اگر ہاتھ سے کام کرنا ثواب ہے تو کیا وجہ ہے

کہ ہم دوسروں کو تو کہیں کہ اِس ثواب میں حصّہ لیں مگر خود اِس ثواب میں شامل نہ ہوں ۔ یہ تو منافقت ہوگی کہ ہم دوسروں کو تو کہیں کہ فلاں کام بڑا اچھا ہے مگر خود گھر میں بیٹھ رہیں ۔ ہاں اگر اِس کام سے زیادہ بہتر اور زیادہ ضروری کام ہم کوئی کر رہے ہوں تو اِس صورت میں بے شک اِس کام میں حصّہ نہ لینا حرج کی بات نہیں لیکن اگر اَور کوئی ایسا ضروری کام نہ ہو تو میرے نزدیک اِس وقت ہر چھوٹے بڑے کو اِس کام میں حصّہ لینا چاہئے اور مَیں چاہتا ہوں کہ خدام الاحمدیہ کے ممبران اپنے کام میں ہمیں بھی شمولیت کا موقع دیں اور یہ مَیں اِس لئے کہہ رہا ہوں کہ امورِ عامہ سویا ہؤا ہے اور اُسے اِس طرف کوئی توجہ نہیں ۔ میرے نزدیک مجلس خدام الاحمدیہ کو چاہئے کہ وہ مہینہ دو مہینہ میں ایک دن ایسا مقرر کر دیں جس میں ساری جماعت کو شمولیت کی دعوت دیں بلکہ میرے نزدیک شاید یہ زیادہ مناسب ہوگا کہ بجائے ایک گھنٹہ کام کرنے کے سارا دن کام کے لئے رکھا جائے ۔ ایک گھنٹہ کا تجربہ کوئی ایسا مفید ثابت نہیں ہؤا ۔

پس آئندہ کے لئے بجائے ایک گھنٹہ کے سارا دن رکھا جائے اور کوشش کی جائے کہ مہینہ دو مہینہ میں ایک دن تمام لوگ اِس کام میں شریک ہوں بلکہ میرے نزدیک لوگوں کی سہولت کو مدّنظر رکھتے ہوئے یہ زیادہ مناسب ہوگا کہ دو مہینہ میں ہی ایک دن ایسا رکھا جائے جس میں تمام لوگ صبح سے شام تک اپنے ہاتھ سے کام کریں ۔ اِس طرح سال میں چھ دن بن جاتے ہیں ۔ اِس کے لئے یا تو جمعہ کا دن رکھ لیا جائے کہ اِس دن دفاتر میں چھٹی ہوتی ہے اور یا پھر آخری جمعرات کا دن رکھا جائے کہ اُس دن بھی مدرسوں اور دفتروں وغیرہ میں چھٹی ہوتی ہے ۔ تاجروں کے لئے تو کوئی مُشکل ہے ہی نہیں ، وہ ہر دن چھٹی کر سکتے ہیں ۔ پس دو مہینہ میں ایک دن ایسا مقرر کیا جائے اور اُس میں سارا دن کام کیا جائے شاید سارا دن کام کرنا نتائج کے لحاظ سے زیادہ مُفید ثابت ہو ۔ اِس طرح سال میں چھ دن بن جاتے ہیں اور اگر ایک دن میں ایک ہزار آدمی بھی صبح سے لے کر شام تک کام کریں تو چھ ہزار مزدور کا کام بن جاتا ہے اور چھ ہزار مزدور کا کام کوئی معمولی کام نہیں ہوتا بلکہ بہت اہم اور شاندار ہوتا ہے ۔ بلکہ میرے نزدیک قادیان میں ہاتھ سے کام کرنے والے کم از کم چار ہزار افراد ہیں اور اگر چار ہزار کی نسبت رکھی جائے تو چوبیس ہزار مزدور بن جاتے ہیں اور چوبیس ہزار مزدوروں کا کام اگر ایک پروگرام کے

ماتحت ہوتو بہت بڑا تغیر پیدا کرسکتا ہے۔ بے شک ہم لوگ جو کام کے عادی نہیں مزدوروں جتنا کام نہیں کر سکتے لیکن اگر ہم مزدوروں کے کام کا دسواں حصّہ بھی کریں تو اِس کے یہ معنی ہوں گے کہ سال میں اڑھائی ہزار مزدوروں نے کام کیا اور اڑھائی ہزار مزدوروں کا کام بھی کوئی معمولی کام نہیں ہوتا۔ اگر چھ آنے ہر مزدور کی یومیہ اُجرت فرض کی جائے تو قریباً ایک ہزار روپے کا کام ہم سال میں صرف چھ دن دے کر کر سکتے ہیں۔

پس خدام الاحمدیہ کو اپنے ہاتھ سے کام کرنے کا کام صرف اپنے تک ہی محدود نہیں رکھنا چاہیئے بلکہ بعض کام جن میں ساری جماعت کی شمولیت مُفید نتائج پیدا کرسکتی ہو ان میں ساری جماعت کو شمولیت کا موقع دینا چاہیئے۔

پس قادیان کے خدام الاحمدیہ کو توجّہ دلاتا ہوں کہ وہ سال میں چھ دن ایسے مقرر کریں جن میں یہاں کی تمام جماعت کو کام کرنے کی دعوت دی جائے بلکہ مناسب یہی ہوگا کہ وہ ابتدا میں چھ دن ہی رکھیں اور جہاں تک مَیں سمجھتا ہوں دومہینہ میں ایک دن کام کر لینا کوئی بڑی بات نہیں۔ آخری جمعرات ہوتو اُس دن عام اعلان کر دیا جائے کہ آٹھ دس سال کے بچوں سے لے کر اُن بوڑھوں تک جو چل پھر سکتے اور کام کاج کر سکتے ہیں، فلاں جگہ جمع ہو جائیں ان سے فلاں کام لیا جائے گا۔ پھر پہلے سے پروگرام بنایا ہؤا ہو کہ فلاں سڑک پر کام کرنا ہے، فلاں جگہ سے مٹی لینی ہے، اتنی بھرتی ڈالنی ہے، اِس اِس ہدایت کو مدّ نظر رکھنا ہے اور جماعت کے انجینئر اِس تمام کام کے نگران ہوں اور ان کا منظور کردہ نقشہ لوگوں کے سامنے ہو اور اِس کے مطابق سب کو کام کرنے کی ہدایت دی جائے۔ مَیں سمجھتا ہوں اگر پہلے سے ایک سکیم مرتّب کر لی جائے تو آسانی سے بہت بڑا کام ہوسکتا ہے۔ غرض سکیم اور نقشے پہلے تیار کر لیں اور اُس دن جس طرح فوج پریڈ کرتی ہے اِسی طرح ہر شخص حکم ملنے پر اپنے اپنے حلقہ کے ماتحت پریڈ پر آ جائے۔ دیکھو قیامت کے دن بھی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مومن اور کافر اپنے اپنے لیڈروں کے پیچھے آئیں گے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے کہ اُس دن ہر نبی اپنا اپنا جھنڈا اُٹھائے ہوئے ہوگا اور ہر نبی کے ساتھ اُس کی اُمت ہوگی۔ یہ نہیں ہوگا کہ قیامت کے دن شور پڑا ہؤا ہو اور کوئی کدھر جا رہا ہو اور کوئی کدھر بلکہ ہر شخص اپنے اپنے لیڈر کے جھنڈے کے نیچے ہوگا۔

اِس میں درحقیقت اللہ تعالیٰ نے یہی بتایا ہے کہ جب بہت بڑے اجتماع ہوں تو اس وقت حلقوں اور دائروں کا مقرر کرنا ضروری ہوتا ہے۔ مثلاً ہر محلّہ والے اپنے اپنے محلّہ کے پریذیڈنٹ یا کسی اَور افسر کی ہدایات کے ماتحت کام کریں یا لوگوں کے حلقوں کی کوئی اور تقسیم ہو سکتی ہو تو وہ کر لی جائے۔ بہرحال ہر شخص کسی نہ کسی حلقہ میں ہو اور کام شروع کرنے سے دو دن پہلے ہر شخص کو بتا دیا جائے کہ تم نے فلاں حلقہ میں فلاں کام کرنا ہے۔ مَیں سمجھتا ہوں کہ اِس طریق پر اگر کام کیا جائے تو ایک تو لوگوں کو اپنے ہاتھ سے کام کرنے کی عادت ہو جائے گی دوسرے اِس مشترکہ جدوجہد کے نتیجہ میں کوئی مُفید کام بھی ہو جائے گا۔ اب دارالرحمت، دارالفضل اور دوسرے محلوں کو دیکھ لو اُن کی گلیاں کس قدر گندی ہیں۔ پھر اُن محلّوں میں کئی گڑھے ہیں، اونچی نیچی جگہیں ہیں اور جب بارش ہوتی ہے تو ان گڑھوں میں پانی جمع ہو جاتا ہے جس کے نتیجہ میں نہ صرف ملیریا اور ٹائیفائڈ پھیلتا ہے بلکہ بعض دفعہ انسانی جانیں بھی تلف ہو جاتی ہیں۔

تھوڑا ہی عرصہ ہؤا ایک خطرناک حادثہ یہاں ہؤا اور وہ یہ کہ حافظ غلام رسول صاحب وزیرآبادی کی آخری بیوی کا اکلوتا لڑکا ایسے ہی ایک پانی سے بھرے ہوئے گڑھے میں گر کر ڈوب گیا۔ یہ ہماری غفلتوں کا ہی نتیجہ ہے اگر ہم غفلت نہ کرتے اور گڑھوں کو اب تک پُر کر دیتے تو یہ واقعہ کیوں ہوتا؟ کہا جاتا ہے کہ جس زمین میں یہ واقعہ ہؤا ہے اِس میں ہندوؤں کا بھی دخل ہے لیکن اگر اِس کے گرد دیوار ہی بنا دی جاتی تب بھی یہ واقعہ نہ ہوتا اور اِس ایک واقعہ کے بعد اب یہ کب اطمینان ہو گیا ہے کہ آئندہ ایسا واقعہ کوئی نہیں ہوگا مگر اِس دن تو جس نے یہ واقعہ سُنا افسوس کر دیا لیکن دوسرے ہی دن اثر جاتا رہا اور یہ خیال بھی نہ رہا کہ ہمیں اِس قسم کے گڑھوں کو پُر کرنے کا فکر کرنا چاہیئے تاکہ آئندہ ایسے واقعات رونما نہ ہوں۔ اِسی طرح پانی کی گندگی کی وجہ سے ہر سال ملیریا آتا ہے اور دس دس پندرہ پندرہ دن ایک شخص بیمار رہتا ہے۔ ملیریا کی بڑی وجہ یہی ہوتی ہے کہ گڑھوں میں پانی جمع رہتا ہے اور اِس کی سڑاند کی وجہ سے مچھر پیدا ہو جاتے ہیں جو انسانوں کو کاٹتے اور ملیریا میں مُبتلا کر دیتے ہیں۔ اِس بخار کی وجہ سے لوگ پندرہ پندرہ دن تک بیمار رہتے ہیں اور اگر دس دن بھی ایک شخص کے بیمار رہنے کی اوسط فرض کر لی جائے اور ایک گھر کے پانچ افراد ہوں تو سال میں ان کے پچاس دن محض ملیریا کی

وجہ سے ضائع چلے جاتے ہیں۔ حالانکہ اگر وہ چھ دن بھی کوشش کرتے تو ملیریا کو جڑ سے نابود کر دیتے مگر لوگ دوائیوں پر پیسے الگ خرچ کرتے ہیں، تکلیف الگ اُٹھاتے ہیں، طاقتیں الگ ضائع کرتے ہیں، عمریں الگ کم ہوتی ہیں، موتیں الگ ہوتی ہیں اور پھر سال میں پچاس دن بھی ان کے ضائع چلے جاتے ہیں۔ مگر تھوڑا سا وقت خرچ کر کے قبل از وقت ان باتوں کا علاج نہیں کرتے۔ وہ کام جو مَیں بتاتا ہوں اگر دوست کرنے لگ جائیں تو ان کی صحتیں بھی درست رہیں گی، ان کے پیسے بھی بچیں گے، ان کے محلّوں کی شکل وصورت بھی اچھی ہو جائے گی، ان کا نیک اثر بھی لوگ قبول کریں گے اور ان کے پچاس دن بھی بچ جائیں گے۔ گویا خدا بھی راضی ہو جائے گا، لوگ بھی تعریف کریں گے اور خود بھی فائدہ اُٹھائیں گے مگر مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ لوگ اس بات کی اہمیت کو نہیں سمجھتے۔ وہ عدمِ صفائی کی وجہ سے جانی قُربانیاں بھی کرتے ہیں، اپنے بیوی بچوں کو بھی تکلیف میں ڈالتے ہیں اور اپنے روپیہ کو بھی برباد کرتے ہیں مگر اِس آسان سادہ اور صحت بخش طریق کو اختیار کرنے کے لئے شوق سے تیار نہیں ہوتے۔ حالانکہ ملیریا ایسا خطرناک اثر انسانی طبیعت پر چھوڑ جاتا ہے کہ وہ بچے جو ملیریا زدہ ہوتے ہیں جب بڑے ہوتے ہیں تو ان کے دل بالکل مُردہ ہوتے ہیں، ان کی اُمنگیں کوتاہ ہوتی ہیں اور ان کے خیالات نہایت پَست ہوتے ہیں اور جوان ہونے سے پہلے ہی وہ بوڑھے ہو چکے ہوتے ہیں حالانکہ اِس کا علاج ان کے بس میں ہوتا ہے اور وہ اگر چاہیں تو آسانی سے ملیریا کا قلع قمع کر سکتے ہیں۔ یہی حال صفائی کا ہے۔ ہمارے مُلک کے لوگ گندگی اور غلاظت کو دور کرنے کا خیال تو نہیں کرتے مگر بیماری کے ذریعہ اپنے اوقات اور اپنے اموال اور اپنی صحت کی بربادی قبول کر لیتے ہیں۔ ٹائیفائڈ ہمیشہ اُس گند اور پاخانہ کی وجہ سے پھیلتا ہے جو گلیوں میں جمع رہتا ہے اور جس میں ایسے مریضوں کے پاخانے بھی شامل ہوتے ہیں۔ وہ پاخانہ پہلے تو گلیوں میں ہوتا ہے پھر جب بارش ہوتی ہے تو زمین میں جذب ہو جاتا ہے اور پھر کنوؤں کے پانی میں مل کر لوگوں کے پینے میں استعمال ہونے لگتا ہے اور اِس طرح تمام شہر میں ٹائیفائڈ پھیل جاتا ہے۔ قادیان کی نئی آبادی نہایت کھلے مقامات میں ہے اور بڑے بڑے شہروں کی آبادی کے مقابلہ میں نہایت پُرفضا اور صحت بخش ہے اور اگر ظاہری حالت کو دیکھا جائے تو یہاں کے

لوگوں کی صحت بہت اعلیٰ ہونی چاہئے مگر واقعہ یہ ہے کہ یہاں ٹائیفائڈ بڑی کثرت سے ہوتا ہے۔ اِس کی وجہ یہی ہے کہ وہ پاخانہ اور گند جو گلیوں میں جمع ہوتا ہے، بارش کے دنوں میں زمین کے اندر جذب ہو جاتا ہے اور پھر کنوؤں کے پانی میں مل کر لوگوں کو مرض میں مُبتلا کر دیتا ہے۔ پس ہم لوگ بِلا وجہ قُربانی کرتے ہیں اور بِلا وجہ بیماریوں پر روپیہ ضائع کرتے اور پھر پچاس دنوں کا ضیاع بھی کرتے ہیں مگر وہ طریق اختیار نہیں کرتے جس میں خدا تعالیٰ کی بھی خوشنودی ہے اور اپنا فائدہ بھی ہے۔ اگر خدام الاحمدیہ کے ممبران یہ کام کریں اور پوری تندہی اور محنت کے ساتھ اِس طرف توجہ کریں تو مَیں سمجھتا ہوں ایک سال کے اندر ہی وہ قادیان میں ایسا عظیم الشان تغیر پیدا کر سکتے ہیں کہ جلسہ سالانہ پر آنے والے لوگ حیران ہو جائیں اور وہ کہیں کہ یہ قادیان پہلا قادیان نہیں۔ اور پھر ایک سال کے بعد ہی وہ دیکھیں گے کہ بیماریاں بھی مٹ گئی ہیں، لوگوں کی صحتیں بھی درست ہوگئی ہیں اور ان کا روپیہ بھی بچ گیا ہے۔ یوں تو بیماریاں دُنیا میں رہتی ہی ہیں کیونکہ بعض کمزور طبع لوگ ہوتے ہیں جو امراض کا جلد شکار ہو جاتے ہیں لیکن کم سے کم لوگ ان بیماریوں سے بچ سکتے ہیں جو وبائی صورت میں ایک مُہلک رنگ اختیار کر لیتی ہیں۔

یہ مَیں نے ایک مثال دی ہے ورنہ اصل مضمون میں یہ بیان کر رہا تھا کہ سلسلہ کے ہر محکمہ کو کام ایک پروگرام کے ماتحت کرنا چاہئے تا ہر وقت وہ آنکھوں کے سامنے رہے اور اِس کے پورا کرنے کا خیال رہے ورنہ دن بہت نازک آرہے ہیں اور اگر اس وقت اپنی اصلاح کی طرف توجّہ نہ کی گئی تو پھر اصلاح کا وقت ہاتھ سے نکل جائے گا۔ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے توفیق دی تو مَیں اِس مضمون کو اگلے جمعہ میں بیان کروں گا۔ سرِ دست مَیں اصولی طور پر بتا دیتا ہوں کہ دُنیا میں ایک سخت نازک زمانہ اور لڑائیوں اور فسادات کے خطرے ہر روز بڑھتے چلے جا رہے ہیں اور اِس بات کا امکان ہے کہ اِس سال کے اندر اندر ہی کوئی ایسی خطرناک لڑائی چھڑ جائے جس سے دُنیا کی آبادی نصف سے بھی کم رہ جائے۔ ایسے ایسے تباہیوں کے سامان پیدا ہو چکے ہیں کہ اِن کا ذکر سُن کر حیرت آتی ہے۔ تم اِن تباہی کے سامانوں کا صرف اِس امر سے ہی اندازہ لگا سکتے ہو کہ پہلے امریکہ نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ اگر کوئی جنگ ہوئی تو ہم اِس میں حصّہ نہیں لیں گے کیونکہ ہم بالکل الگ ہیں اور بہت بڑے فاصلہ پر ہیں۔ ہم پر اِس جنگ کا کیا اثر ہوسکتا ہے؟

امریکہ یورپ سے چار ہزار میل دُور ہے۔ پس امریکہ والے سمجھتے تھے کہ ہمیں اِس جنگ سے کیا خطرہ ہوسکتا ہے مگر اب سامانِ حرب میں جو ترقی ہوئی ہے اور نئی نئی قسم کے ہوائی جہاز بنے ہیں ان کو دیکھتے ہوئے امریکہ کے پریذیڈنٹ نے بھی اعلان کر دیا ہے اور آج کے اخبارات میں ہی وہ اعلان چھپا ہے کہ آج محاذِ جنگ اتنا بدل چُکا ہے کہ امریکہ کو الگ سمجھنا بالکل بیوقوفی ہے۔ آج ہماری سرحد امریکہ پر نہیں بلکہ فرانس پر ہے اور ہم بھی اِسی طرح جنگ کے خطرہ میں ہیں جس طرح یورپ کی دوسری طاقتیں۔ (اِس کی مُبہم الفاظ میں تردید ہوئی ہے مگر وہ تردید قانونی ہے حقیقی نہیں۔) ایسے ایسے ہوائی جہاز ایجاد ہو چکے ہیں کہ بالکل ممکن ہے کہ صبح کے وقت جرمنی سے ایک ہوائی جہاز اُڑے اور شام کے وقت امریکہ پر لاکھوں بم برسا کر واپس آ جائے۔

ساڑھے چار سَو میل فی گھنٹہ کی رفتار سے اُڑنے والے ہوائی جہاز ایجاد ہو چکے ہیں۔ ہندوستان جرمنی سے ساڑھے پانچ ہزار میل دور ہے۔ اگر چار سو میل فی گھنٹہ کی رفتار سے اُڑنے والا ہوائی جہاز جرمنی سے چلے تو ایک ہزار میل وہ اڑھائی گھنٹے میں طے کرسکتا ہے۔ اِس کے معنے یہ بنے کہ چودہ گھنٹے کے اندر اندر جرمنی سے ہوائی جہاز چل کر ہندوستان پر بمباری کرسکتا اور یہاں کے لوگوں کو تباہ کرسکتا ہے بلکہ اب تو جرمنی سے بھی چلنے کی ضرورت نہیں۔ اٹلی جرمنی کے ساتھ ہے اور ایبے سینیا اٹلی کے قبضہ میں ہے اور ایبے سینیا سے ہندوستان دو ہزار میل کے فاصلہ پر ہے۔ گویا ابی سینیا سے ایک ہوائی جہاز پانچ گھنٹے میں ہندوستان آ سکتا اور پانچ گھنٹے یہاں گولہ باری کر کے شام کا کھانا اِس کے چلانے والے ایبے سینیا میں واپس جا کر کھا سکتے ہیں۔ غرض ایسے ایسے خطرناک سامان جنگ تیار ہو چکے ہیں کہ انسان ان کا ذکر سُن کر دنگ رہ جاتا ہے۔ کئی لوگ غلط فہمی سے یہ خیال کرتے ہیں کہ اگر ایسے خطرناک سامان ایجاد ہو چکے ہوتے تو موجودہ جنگوں میں جو آجکل ہو رہی ہیں کیوں وہ ظاہر نہ ہو جاتے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ سامان تو ایجاد ہو چکے ہیں مگر ان جنگوں میں انہوں نے اِن سامانوں کو ظاہر نہیں کیا۔ وہ سمجھتے ہیں اگر ہم نے ابھی سے اِن سامانوں کو ظاہر کر دیا تو لوگوں کو یہ پتہ لگ جائے گا کہ ہمارے پاس کیا کیا سامان ہیں اور وہ اِن کا علاج سوچ لیں گے۔ پس وہ اِن سامانوں کو ابھی چھُپائے بیٹھے ہیں اور اندر ہی اندر اور زیادہ سامان تیار کئے جا رہے ہیں۔ بعض انجینئروں نے تو یہاں تک کہا

ہے کہ اُنہوں نے ایسی ایجادیں کر لی ہیں کہ خاص قسم کی شعاعوں کے ذریعہ وہ ہزاروں میل سے شہروں کو دیکھ سکیں گے اور پھر ہزاروں میل کے فاصلہ سے ہی بجلی کی شعاعیں پھینک کر ان کو برباد کر دیں گے۔ معلوم نہیں وہ جھوٹ بولتے ہیں اور لوگوں کو ڈرانے کے لئے ایسا کہتے ہیں یا اِس میں کچھ سچائی بھی ہے مگر اِن کا دعویٰ یہ ضرور ہے کہ اُنہوں نے ایسی شعاعیں ایجاد کر لی ہیں جن کی مدد سے وہ ہزاروں میل پر بیٹھے ہی شہروں کو برباد کر سکیں گے۔ ایسے نازک اوقات میں قوموں کا خاموشی سے بیٹھا رہنا بہت بڑی بیوقوفی ہوتی ہے۔ پس سب کو اِس نازک وقت کے آنے سے قبل ہوشیار ہو جانا چاہیئے۔

مَیں اِس موقع پر یہ بھی بتا دینا چاہتا ہوں کہ گزشتہ سالوں میں گورنمنٹ پنجاب کے بعض افسروں سے ہمارا جو اختلاف ہؤا تھا اُس کو مدّنظر رکھتے ہوئے بعض لوگوں نے مجھ سے سوال کیا ہے کہ اگر جنگ ہو جائے تو اُس وقت ہماری جماعت کا کیا رویّہ ہوگا اور آیا وہ حکومت برطانیہ کا ساتھ دے گی یا نہیں؟ مَیں نے جو بات اُن دوستوں کو پرائیویٹ طور پر بتائی تھی اُس کا آج اعلان بھی کر دیتا ہوں اور بتاتا ہوں کہ ہمارا جھگڑا حکومت برطانیہ کے ساتھ نہیں تھا بلکہ حکومت پنجاب کے بعض نادان افسروں اور درحقیقت حکومتِ برطانیہ کے دُشمن افسروں کے ساتھ تھا۔ پس اگر جنگ ہو جائے (گو ہم چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اِس خطرناک جنگ سے دنیا کو بچالے) تو اُس وقت ہماری کامل تائید حکومت برطانیہ کے ساتھ ہوگی کیونکہ ہمارا حکومتِ برطانیہ کے ساتھ کوئی جھگڑا نہ تھا بلکہ حکومت پنجاب کے بعض افسروں کے ساتھ تھا۔ پچھلے دنوں لارڈ ہیلی نے بھی جو پنجاب کے گورنر رہ چکے ہیں اور ہماری جماعت کے بھی دوست ہیں ایک تقریر میں کہا تھا کہ جماعت احمدیہ کو یہ امر یاد رکھنا چاہیئے کہ اِس کی لڑائی ہمارے ساتھ نہیں بلکہ اگر ہے تو حکومت پنجاب کے بعض افسروں کے ساتھ ہے اور مَیں بھی اِن کے اِس خیال سے متفق ہوں۔ حقیقت یہی ہے کہ حکومت انگریزی کے ساتھ ہمارا کوئی جھگڑا نہیں بلکہ جب حکومت پنجاب کے بعض افسروں کے ساتھ ہمارا جھگڑا شروع ہؤا تھا تو اُس وقت برطانوی حکومت نے ہماری تائید میں پنجاب گورنمنٹ پر زور دیا اور اِسے لکھا کہ جماعت احمدیہ کی شکایات کا ازالہ ہونا چاہیئے۔ انگلستان میں جو ہمارے مبلّغ ہیں وہ بھی نہایت خوش ہیں اور انہیں حکومت کی طرف سے کسی قسم کی

تکلیف نہیں۔ پس ایسے معاملات میں جہاں برطانوی ایمپائر کا سوال آ جائے ہمارے مقامی جھگڑے قطعاً کوئی روک نہیں بن سکتے اور اگر جنگ ہوگئی تو ہم پورے طور پر حکومت برطانیہ کے ساتھ تعاون کریں گے بلکہ پہلے سے زیادہ تعاون کریں گے۔ پس اگر کسی کے دل میں یہ شُبہ ہو کہ ایسے موقع پر ہماری جماعت کا کیا رویہ ہوگا تو اُسے یاد رکھنا چاہئے کہ ہماری جماعت کا یہی رویہ ہوگا کہ وہ حکومت برطانیہ کی تائید کرے گی۔ درحقیقت یہ سخت تھُڑ دلی اور تنگ دلی ہوتی ہے کہ انسان مقامی جھگڑوں کو بڑھا کر وسیع کر دے۔ ہماری اگر حکومت پنجاب کے چند افسروں کے ساتھ لڑائی ہو تو اِس کی وجہ سے ہم اِن عظیم الشان فوائد کو نظر انداز نہیں کر سکتے جو حکومت برطانیہ کی وجہ سے اِس حکومت کے ماتحت رہنے والے لوگوں کو حاصل ہیں۔ مَیں سمجھتا ہوں کانگرسی بھی اپنے دل میں یہ سمجھتے ہیں کہ اگر کسی وقت جنگ کا خطرہ ہؤا اور اُنہوں نے دیکھا کہ حکومت کی رسّی برطانیہ کے ہاتھ سے جا رہی ہے تو وہ بھی حکومت برطانیہ کے ساتھ تعاون کرنے پر مجبور ہوں گے اور واقعہ یہ ہے کہ اگر کسی حکومت کے ماتحت رہنے کا سوال ہو تو اِس میں کوئی شُبہ نہیں کہ انگریزوں کی حفاظت ہمارے مُلک کے لئے بہت بڑی رحمت کا باعث ثابت ہوئی ہے۔

مگر یاد رکھنا چاہئے کہ ہماری جماعت ایک بین الاقوامی جماعت ہے۔ کچھ اٹلی کے ماتحت ہیں، کچھ جرمنی کے ماتحت ہیں کچھ امریکہ کے ماتحت ہیں، کچھ برطانیہ کے ماتحت ہیں۔ پس مَیں جو اعلان کر رہا ہوں یہ اپنی جماعت کے صرف اُسی حصّہ کے متعلق اعلان ہے جو برطانوی حکومت کے ماتحت رہتا ہے۔ ہماری جماعت کا ایسا تمام حصّہ حکومتِ برطانیہ کی مدد کرے گا اور ہم ہرگز اِس لڑائی جھگڑے کی پرواہ نہیں کریں گے جو بعض مقامی افسروں کے ساتھ ہمارا چل رہا ہے کیونکہ یہ جنگ مقامی نہیں بلکہ نہایت وسیع اثرات رکھنے والی ہوگی اور وہ شخص سخت احمق ہوتا ہے جو ایک چھوٹی بات کی وجہ سے بڑی بات میں بھی حصّہ نہ لے بلکہ مَیں تو سمجھتا ہوں اب ہمارے پاس حکومتِ برطانیہ کی مدد کے اِس سے بہت زیادہ سامان ہیں جتنے ۱۹۱۴ء میں ہمارے پاس سامان تھے اور اگر جنگ چِھڑ گئی تو مَیں جماعت کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ ہمارا فرض ہوگا ہم برطانوی حکومت کے ساتھ پورے طور پر تعاون کریں اور ہر قُربانی کرکے اپنے آپ کو ایک اچھا شہری ثابت کریں تا کہ وہ برکت جو تبلیغ میں سہولت کی وجہ سے ہمیں حاصل ہے وہ جاتی

نہ رہے۔ بیسیوں ممالک ایسے ہیں جن میں تبلیغ کے راستہ میں سخت مُشکلات حائل ہیں صرف برطانوی حکومت ہی ایسی ہے جس کی طرف سے تبلیغ پر کوئی پابندی عائد نہیں۔ اِس لئے نہیں کہ برطانوی حکومت دل میں مسلمان ہے بلکہ اِس لئے کہ اُس کی بناوٹ ہی ایسی ہے کہ وہ مذہب کے معاملہ میں دخل دینا نہیں چاہتی۔ پس ہماری دوستی کی خاطر نہیں بلکہ اپنے مقررہ اصول کی وجہ سے انگریزوں نے تبلیغِ مذہب کے متعلق کسی پر کوئی پابندی عائد نہیں کی اور نہ کسی قسم کی پابندی وہ عائد کرنا چاہتے ہیں اور یہ ایک بہت بڑا فائدہ ہے جو حکومتِ برطانیہ کی وجہ سے مختلف مذاہب کو حاصل ہے۔ ایک ہندو بھی آزادی سے تبلیغ کرسکتا ہے، ایک عیسائی بھی آزادی سے تبلیغ کرسکتا ہے، ایک سکھ بھی آزادی سے تبلیغ کرسکتا ہے اور ایک مسلمان بھی آزادی سے تبلیغ کرسکتا ہے۔ پس چونکہ حکومت برطانیہ کی وجہ سے تبلیغ کا دروازہ کھلا ہے اور یہ ایک بہت بڑا فائدہ ہے جو مذہبی جماعتوں کو حاصل ہے اِس لئے ہمارا فرض ہے کہ ہم حتّی المقدور مصیبت پر اِس کی مدد کریں اور اپنے تمام ذرائع کو استعمال میں لاکر اِس کے ساتھ تعاون کریں۔ بعض لوگ نادانی سے کہہ دیا کرتے ہیں کہ جماعت احمدیہ کے ساتھ حکومتِ برطانیہ خاص طور پر مراعات کیا کرتی ہے۔ یہ بالکل جھوٹ ہے اور کوئی شخص ثابت نہیں کرسکتا کہ ہمیں اُن فوائد سے زیادہ کوئی فائدہ حاصل ہوا ہو جو ہندوؤں، سکھوں، عیسائیوں اور دوسرے مذاہب والوں کو حکومتِ برطانیہ کے زیرسایہ حاصل ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ ہمارے اندر خدا تعالیٰ نے شکرگزاری کا مادہ رکھا ہے اور اُن کا دل اِس نے سیاہ کردیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہماری ناک بیشک کٹ جائے مگر دُشمن پر کسی طرح الزام آجائے اور ہم کہتے ہیں کہ ہماری ناک بھی نہ کٹے اور حکومت کے احسانات کی ناشکرگزاری بھی نہ ہو۔ اِس لئے وہ باوجود فائدہ اُٹھانے کے حکومت کی بغاوت کرتے ہیں مگر ہم جب فائدہ اُٹھاتے ہیں تو حکومت کی تعریف بھی کردیتے ہیں۔ پس فرق صرف شکرگزاری اور ناشکرگزاری کے جذبات کا ہے۔ ورنہ کوئی شخص ثابت نہیں کرسکتا کہ انگریزی حکومت نے ہمیں کوئی ایسا فائدہ پہنچایا ہو جو ہندوؤں کو نہ پہنچا ہو یا سکھوں کو نہ پہنچا ہو یا یہودیوں کو نہ پہنچا ہو۔ جو سلوک حکومتِ برطانیہ دوسروں کے ساتھ کرتی ہے وہی ہم سے کرتی ہے بلکہ اُن کے ساتھ کچھ زیادہ ہی سلوک کرتی ہے کیونکہ وہ اکثریت میں ہیں اور ہم اقلیت ہیں اور طبعًا اکثریت کا

زیادہ خیال رکھا جاتا ہے۔ بہرحال چونکہ حکومتِ برطانیہ نے ہمیں تبلیغ کی عام اجازت دے رکھی ہے اور ایک مذہبی جماعت ہونے کی وجہ سے اِس اجازت کا ہمیں بہت بڑا فائدہ ہے اِس لئے ہم ہر قُربانی کر کے بھی حکومت کا ساتھ دیں گے تا کہ ہماری اِس تبلیغ کی آزادی میں کوئی روک واقع نہ ہو اور اگر یہ جنگ میری زندگی میں ہوئی تو یقیناً میں اپنا پورا زور اِس بات پر صَرف کروں گا کہ جس حد تک جماعت احمدیہ اِس نظام کے قیام کے لئے قُربانی کر سکتی ہے اُس حد تک قُربانی کر کے دکھائے تا کہ وہ امن جو تبلیغ کے راستہ میں ہمیں حاصل ہے اِس میں کوئی خلل نہ آئے۔ ہم بے شک اِس الزام کو ردّ کرتے ہیں کہ جماعت احمدیہ انگریزوں کی ایجنٹ ہے۔ ہم انگریزوں کے ایجنٹ کس طرح ہو سکتے ہیں جب کہ ہم اٹلی میں بھی رہتے ہیں، امریکہ میں بھی رہتے ہیں، چین میں بھی رہتے ہیں، جاپان میں بھی رہتے ہیں اور مصر، شام اور فلسطین وغیرہ میں بھی رہتے ہیں اور ہر جگہ کے احمدی وہاں کی حکومتوں کے ساتھ کامل تعاون کرتے اور ان کے احکام کی اِسی طرح اطاعت اور فرمانبرداری کرتے ہیں جس طرح ہم حکومتِ برطانیہ کی یہاں اطاعت کرتے ہیں۔ ہم یہ کبھی پسند نہیں کر سکتے کہ جرمنی کے ماتحت رہنے والے احمدی جرمنی کی غدّاری کریں یا اٹلی کے ماتحت رہنے والے احمدی اٹلی کی غدّاری کریں یا امریکہ کے ماتحت رہنے والے احمدی امریکہ کی غدّاری کریں۔ ہم ہر جگہ کے احمدیوں کو یہی ہدایت کریں گے کہ وہ اپنی اپنی حکومتوں کے احکام کے تابع رہیں اور جب تک وہ دن نہیں آتا کہ ہر حکومت کے ماتحت رہنے والے احمدی اپنی اپنی حکومتوں کو اِس بات پر مجبور کر سکیں کہ وہ لڑائی نہ کریں اور صلح کے ساتھ رہیں تو اُس وقت تک جس نظام کے ماتحت بھی ہماری جماعت کے افراد رہتے ہوں اُن کا فرض ہے کہ اُس نظام کی اطاعت کریں اور اِسی رنگ میں ہم حکومت برطانیہ کی ہر وقت اطاعت کرتے اور ہر وقت اِس کی مدد کرنے کے لئے تیار رہیں۔ پس ہم انگریزوں کے ایجنٹ نہیں بلکہ ہم اپنی مذہبی تعلیم کی وجہ سے اِس بات پر مجبور ہیں کہ جس حکومت کے ماتحت رہتے ہوں اُس کے احکام کی کامل اطاعت اور فرمانبرداری کریں۔ خواہ وہ حکومت انگریزوں کی ہو اور خواہ اٹلی اور جرمنی والوں کی ہو۔

جب حکومتِ پنجاب کے بعض افسروں کے ساتھ جھگڑا شروع ہوا تھا اُسی وقت مَیں نے

یہ اعلان کر دیا تھا کہ جب مصیبت کا کوئی وقت آیا اُس وقت ہم دکھا دیں گے کہ حکومت کے ساتھ تعاون کی جو ہماری پالیسی ہے یہ دکھاوے کی نہیں اور نہ کسی دُنیوی غرض کے ماتحت ہے بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم کے ماتحت ہم حکومت کی اطاعت کرتے ہیں اور چونکہ اب خطرات روز بروز بڑھ رہے ہیں اور اِس بات کا امکان ہے کہ جلدی کوئی جنگ ہو جائے اِس لئے ۱۹۳۴ء میں مَیں نے جو اعلان کیا تھا اُس کے مطابق مَیں آج پھر یہ بات واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ اِس جنگ کے موقع پر ہم جو برطانوی حکومت کے ماتحت رہتے ہیں ہمارا تعاون حکومتِ برطانیہ کے ساتھ ہوگا اور ہم اپنے عمل سے دُنیا پر یہ بات ثابت کر دیں گے کہ ہمارا حکومتِ برطانیہ سے تعاون کسی خوشامد یا لالچ کی وجہ سے نہیں بلکہ مذہبی تعلیم کی وجہ سے ہے کیونکہ اِس وقت اِس کے نمائندے پنجاب میں ہم سے نہایت کمینہ اور ذلیل سلوک کر رہے ہیں جس کی موجودگی میں اگر ہم اِس حکومت سے دُشمنی بھی کریں تو دُنیا کا کوئی اعتراض ہم پر نہیں ہوسکتا لیکن ہم بتانا چاہتے ہیں کہ ہم نے اِس وقت بھی حکومت کی اطاعت کی جب اِس کے شائستہ اور مہذب اور دیانتدار افسروں نے ہم کو لوگوں کے ظلم سے بچایا اور اُس وقت بھی اِس کے ساتھ تعاون کیا جب کہ اِس کے بعض افسروں نے ہمیں اپنے مذہبی مرکز میں دِق کیا اور ہمارے دُشمنوں کو چاروں طرف سے جمع کر کے ہم پر چڑھا لائے اور اُنہوں نے چاہا کہ اپنی طاقت اور اپنے جتھے کے زور سے ہم کو کُچل دیں اور ہم یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں اور انشاء اللہ ثابت کر دیں گے کہ ہمارا یہ معاملہ کسی دُنیوی غرض کے لئے نہیں بلکہ اعلیٰ اخلاق اور مذہبی اصول کی پابندی کی وجہ سے ہے۔

مگر اِس کے یہ معنے نہ ہوں گے کہ ہم اپنے حقوق کو بھُول جائیں۔ مَیں احمدیت کی عزّت کی خاطر مقامی افسروں سے اگر وہ اپنے بُرے رویّہ کو ترک نہ کریں گے برابر لڑتا رہوں گا اور جب تک احمدیہ جماعت کی عزّت کو قائم نہ کرلوں گا ان سے صلح نہ کروں گا کیونکہ میرے نزدیک احمدیہ جماعت کی عزّت برطانیہ کی عزّت سے بہت زیادہ ہے اور جو افسر یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ اپنی طاقت کے ساتھ جماعت احمدیہ کو ڈرالیں گے وہ ایک دن ذلیل ہو کر اپنی غلطی کو تسلیم کرنے پر مجبور ہوں گے۔ مَیں احسان کے ساتھ اِن سے بدلہ لوں گا اور خود اِن کی قوم سے

اِن کے خلاف ملامت کا اظہار کروا کے چھوڑوں گا اِنْشَاءَ اللہ تَعَالیٰ۔

وَلَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللہِ الَّذِیْ ھُوَ مِرْفَقِیْ وَ مُؤَیِّدِیْ وَ نَاصِرِیْ۔''

(الفضل ۱۷ رفروری ۱۹۳۹ء)

---

۱ البقرہ:۱۱۸

۲ وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَ اُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ...... وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ (المائدۃ:۱۱۷، ۱۱۸)

۳ الحجر:۱۰

۴ بخاری کتاب التفسیر تفسیر سورۃ الجمعۃ باب قولہٖ و اٰخرین منھم......(الخ)

۵ ابو داؤد کتاب الادب باب فی فضل من عال یتامیٰ

۶، ۷ ترمذی ابواب البر و الصلۃ باب ما جاء فی النفقۃ علی البنات

۸ وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ (الرحمٰن:۴۷)

۹ وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖۤ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى (بنی اسرائیل:۷۳)

۱۰، ۱۱ بخاری کتاب الزکوٰۃ باب الاستعفاف عن المسألۃ

۱۲ ابن ماجہ کتاب الزکوٰۃ باب کراھیۃ المسئلۃ